جمالِ نبی اکرم ﷺ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جمال صورت وسیرت

طِيبُ العَنْبَرِ فِي جَمَالِ النَّبِيِّ الأَنْوَرِ

عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مِنَ اللهِ الأَكْبَرِ

تالیف

مولانا مفتی عبد الرحمٰن کوثر مدنی حفظہ اللہ

ابن عالمِ ربانی حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

مولانا مفتی عبد العظیم ترمذی صاحب

مدیر معہد الترمذی لاہور

نام کتاب : جمال نبی اکرم ﷺ

ترتیب و مرتب : مولانا مفتی عبدالرحمٰن کوثر مدنی حفظہ اللہ

تعداد :

طبع اول : ۲۰۲۰ء

ناشر : مؤلف

سیٹنگ و ڈیزائنگ : عبدالماجد پراچہ

فون نمبر ناشر : ۰۳۰۰۲۶۳۷۹۵۶ ، ۰۳۲۰۲۶۵۰۴۰۳

نذرانۂ عقیدت بدرگاہِ نبوت

آپ محمد مصطفیٰ ہیں آپ پر اربوں درود اور کھربوں سلام

آپ احمد مجتبیٰ ہیں آپ پر اربوں درود اور کھربوں سلام

آپ سید الانبیاء ہیں آپ پر اربوں درود اور کھربوں سلام

آپ رحمۃ للعالمین ہیں آپ پر اربوں درود اور کھربوں سلام

آپ ہادی عالم ہیں آپ پر اربوں درود اور کھربوں سلام

آپ صاحبِ قرآن ہیں آپ پر اربوں درود اور کھربوں سلام

آپ پیکرِ اخلاق ہیں آپ پر اربوں درود اور کھربوں سلام

آپ ساقی کوثر ہیں آپ پر اربوں درود اور کھربوں سلام

آپ شافع محشر ہیں آپ پر اربوں درود اور کھربوں سلام

آپ خاتم المرسلین ہیں آپ پر اربوں درود اور کھربوں سلام

آپ خاتم النبیین ہیں آپ پر اربوں درود اور کھربوں سلام

عبدالرحمن کوثر مدنی

فہرستِ مضامین

دوسرا باب

تیسرا باب

چوتھا باب

آنحضرت ﷺ کی سیرت کا جمال ۶۸

پانچواں باب





عرضِ منصور

الحمدُ للہ وَحدَہ، والصَّلاۃ والسَّلام علی من لا نبیَّ بعدَہ

امابعد: اللہ تعالیٰ وجل شانہ، کالاکھ لاکھ شکر ہے کہ جنکی توفیق سے

(طِیبُ العنبَر فی جمال النبی الأنوَر ﷺ)

کا ترجمہ (جمالِ نبی اکرم ﷺ) [پہلی طباعت] شائع کرنے کی سعادت مجھے نصیب ہوئی۔ آقائے دو عالم سرّورِ کونین ﷺ کی ہمہ جہت شخصیت کے تمام گوشوں کو اُجاگر کرنا اور جہد وایثار کا احاطہ کرنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔ (جمالِ نبی اکرم ﷺ) کی تالیف محترمی ومکرمی مولانا مفتی عبدالرحمن کوثر مدنی مدظلہ العالی خلف الرشید حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہری البرنی تلمیذِ خاص شیخ المشایخ الحاج حافظ محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ۔ شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی نے یہ سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کے درجات

بلند فرمائے تا کہ عوام الناس انکے فیض سے مستفید ہوں۔

محترمی مفتی سید عبدالعظیم ترمذی صاحب نے نہایت خوبصورت انداز اور آسان اردو زبان میں

(طِیبُ العنبَر فی جمَال النَّبی الأنوَر ﷺ)

کا ترجمہ کر کے سنہرے الفاظ سے مزیّن کیا ہے جو کماحقہٗ اس کا حق ہے۔

اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کے علم میں برکت اور ترقی عطا فرمائے تا کہ خلوصِ دل کیساتھ دین کی خدمت کرنیکی توفیق ہو۔ **و ما توفیقی الّا باللہ۔**

ازاحقر منصور صادق نفیس

ماہ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ

یکے از خدام حضرۃ سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

کلمات مبارکات

حضرت راؤ عبد السلام رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

نحمده ونصلی علی رسوله النبی الكريم، أما بعد:

ربّ جلیل کا بے انتہا شکر ہے جسکی توفیق سے

(طِيبُ العنبَر فی جمَال النَّبی الأنوَر ﷺ)

کا ترجمہ (جمالِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شائع کرنیکی سعادت نصیب ہوئی۔ اُستاد زادہ محترمی مولانا مفتی عبدالرحمن کوثر مدنی دامت برکاتہم ابن الشیخ علاّمہ حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہری البرنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تالیف لطیف

(طِيبُ العنبَر فی جمَال النَّبی الأنوَر ﷺ)

کو مکمل تحقیق وتصدیق کے ساتھ تحریر فرمایا۔

اس نیک کام میں سعادت حاصل کرنا ان ہی کی شایانِ شان ہے، اللہ تعالی زیادہ سے زیادہ دین کا کام کرنیکی ہمت عطا فرمائے تاکہ عوام الناس انکے فیض سے مستفید ہوں، اللہ تعالی موصوف کو اجرِ عظیم عطا فرمائے اور درجات بلند فرمائے آمین۔

اُستاد زادہ محترم مفتی صاحب مدظلہ کے والد محترم کا تعارف محتاج بیان نہیں ہے، وہ درویش صفت اور سچے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور بہت سی

تصانیف دینیات کے بارے میں تحریر فرمائی ہیں اور زندگی کا پورا وقت اسی کام کیلئے وقف کر دیا جو کہ آج ہم سب کیلئے راہ نمائی کا ذریعہ ہیں۔

موصوف شیخ المشائخ حضرت مولانا حافظ محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہ کاندھلوی شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی۔ (مہاجر مدنی) کے خاص الخاص احباب میں تھے اور اپنے شیخ سے فیض حاصل کر کے مستفید ہوئے اور دوسروں کو بھی فیض پہنچایا۔ اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب حاصل کرنیکے جذبے کے تحت مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ کے قیام کے دوران اپنی زندگی کے آخری وقت تک دینی کتابوں کی تصنیف میں برسرپیکار رہے اور اسی حال میں اس دار فانی سے دارالبقاء کو رحلت فرما گئے۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون۔** اور جنت البقیع میں مدفون ہونیکی سعادت نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ انکو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاص الخاص قرب عطا فرمائے اور ہم جیسوں کیلئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین ثم آمین۔

ماشاء اللہ عزیزی مولانا مفتی سید عبدالعظیم ترمذی سلمہ نے حضرت مولانا مفتی عبدالرحمن کوثر مدنی مدظلہ العالی کی کتاب

(طِيبُ العنبَر فی جمَال النَّبی الأنوَر ﷺ)

کا ترجمہ عام سلیس اردو میں کیا ہے جو آپکی نظر کے سامنے ہے تاکہ اس کتاب کا مطالعہ کرنیکے لئے دل کی چاہت میں اضافہ ہو اور دوسرے احباب کو بھی ترغیب دینے کا سبب بنے۔ **وما توفیقی الا باللہ۔**

مفتی عبدالعظیم ترمذی سلمہ کا تعلق دیندار مذہبی گھرانے سے ہے اور ان

کے اکابرین کا تعلق شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ المشائخ رہبر روحانیت حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے فرزند خورد راؤ عبدالقادر عزیز سلمہ سکنہ حال بلاک نمبر ۲۲ سرگودھا خلیفہ مجاز رہبر روحانیت حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ رہا ہے۔

اللہ تعالی مفتی عبدالعظیم ترمذی کی استعداد میں اضافہ فرمائے اور دین کی خدمت کرنیکی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے حضرات کے دل میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا جذبہ پیدا فرمائے۔ آمین۔

دعاؤں کا طالب

راؤ عبدالسلام رائے پوری

عرض مترجم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ النبی الکریم

اما بعد:

اللہ تبارک وتعالیٰ وجلّ شانہ نے احقر کو ۱۴۳۱ھ ایام حج میں زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف فرمایا، مدینہ منورہ میں وہاں کے بڑے عالم حضرت مولانا مفتی عبدالرحمن کوثر صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات ہوئی، احقر کے تایا جان حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہ مظاہری گمتھلوی کے حضرت مولانا عبدالرحمن کوثر دامت برکاتہم کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب البرنی بلندشہری مہاجر مدنی قدس سرہ سے برادرانہ مراسم تھے، بناء برازیں مولانا مفتی عبدالرحمن کوثر دامت برکاتہم احقر کے ساتھ محبت اور شفقت سے پیش آئے اور احقر کو اپنے دولت خانہ پر دعوت سے سرفراز فرمایا جو میرے لئے بڑی خوش نصیبی تھی۔ دولت خانہ پر دوران گفتگو حضرت مولانا عبدالرحمن کوثر دامت برکاتہم نے احقر سے فرمایا کہ میں نے اپنی کتاب

(طِيبُ العنبَر فی جمَال النَّبی الأنوَر ﷺ)

کا ترجمہ کسی صاحب سے کرایا ہے لیکن اس ترجمہ میں کچھ سقم ہے لہذا آپ اس کتاب کا ترجمہ کریں تا کہ عوام الناس کیلئے مستفید ہو اور آپ کے لئے باعث اجر عظیم ہو۔ حضرت کا فرمان میرے لئے بہت بڑی سعادت تھی۔ احقر نے عرض کیا کہ حضرت ترجمہ تو میں حسب الارشاد ضرور کرونگا لیکن کچھ درس وتدریس کے سلسلے میں مصروفیات ہیں جسکی وجہ سے تاخیر تو ہوسکتی ہے

لیکن حکم عدولی نہیں۔ حضرت دامت برکاتہم نے اپنی چند تصنیفات بھی احقر کو ہدیۃً عنایت فرمائیں جو میرے لئے باعث راہنمائی ہیں ان ہی تصنیفات میں سے یہ کتاب ہے جس کا ترجمہ آپ کی نظر کے سامنے ہے لیکن اپنی مصروفیات اورعدیم الفرصتی کی بناء پر ترجمہ کرنے سے قاصر رہا، چھ سات ماہ گزرنے کے بعد ماہ شعبان آ گیا۔ شعبان المعظم میں ایک جلسہ کا انعقاد معہد الترمذی واقع حسن ٹاؤن لاہور میں کیا گیا جس میں احقر کی گذارش پر محترمی راؤ عبدالسلام رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مولانا محمد اشفاق صاحب کے صاحبزادے ہیں جو کہ شیخ المشائخ رہبر روحانیت حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب قدس سرہ کے بھانجے ہیں معہد الترمذی میں تشریف لائے، راؤ عبدالسلام رائے پوری اور مولانا سید ممتاز احمد شاہ کی ملاقات ۱۴۳۲ھ میں عمرہ کے بعد دیارِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کی حاضری کے موقع پر حضرت مولانا مفتی عبدالرحمن کوثر مدنی مدظلہ العالی سے ہوئی۔ حضرت مولانا مدظلہ العالی نے ان دونوں حضرات کو اپنے دولت خانہ پر دعوت عشائیہ سے نوازا اور یہ کتاب

(طِیبُ العنبَر فی جَمَال النَّبی الأنوَر ﷺ)

خاص طور پر عنایت فرمائی۔ راؤ عبدالسلام رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ترجمہ کو مفادِ عامہ کے پیش نظر ضروری سمجھا، معہد الترمذی میں حاضری پر احقر کو یہ کتاب عنایت فرمائی کہ اس کا ترجمہ لفظ بلفظ فرمائیں، یہ میرے لئے ایک اور بڑی سعادت ہوئی کہ دونوں حضرات کی دعائیں سمیٹنے کا موقع ملا ہے، احقر نے فوری طور پر ترجمہ کرنے کیلئے قلم کاغذ سنبھالا اور مولانا سید ممتاز احمد شاہ صاحب اس ترجمہ کے بارے میں میرے نگہبانِ خاص رہے۔ یوں یہ

کتاب اردو ترجمہ سے مزین ہو کر اللہ تعالی کے فضل و کرم سے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالی سب پڑھنے والوں کو اس سے مستفیض ہونیکی توفیق عطا فرمائے آمین۔

کتاب کے ترجمہ کی تکمیل کے بعد اس کتاب کا نام (جمالِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تجویز کرنے کی سعادت راؤ عبدالسلام رائے پوری خلیفہ مجاز رہبر روحانیت شیخ المشائخ والعلماء حضرت سید انور حسین نفیس الحسینی نور اللہ مرقدہ خلیفہ مجاز شیخ المشائخ الحاج حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری قدس سرہ نے حاصل کی۔ اللہ تعالی اپنے خاص الخاص فضل و کرم سے نوازے اور درجات بلند فرمائے۔آمین۔

آخر میں احقر کی دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالی وجل شانہ اس کاوش کو قبول فرمائیں اور ترجمہ کرتے ہوئے جو کوتاہی رہ گئی ہے اسے معاف فرمائیں اور احقر کیلئے کتاب کے مصنف حضرت مولانا مفتی عبدالرحمن کوثر مدنی دامت برکاتہم کیلئے کتاب کے ناشرین کیلئے اور جن حضرات نے اس کتاب کو منصۂ شہود پر لانے کیلئے کسی بھی قسم کی کاوش کی ہے ان تمام کیلئے ذخیرہ آخرت بنائیں۔آمین ثم آمین۔

وصل اللہ تعالی علی خیر خلقه محمد وعلی آله
وصحبه أجمعين برحمتك يا أرحم الراحمين

احقر العباد سید عبد العظیم ترمذی کان اللہ لہ

معہد الترمذی، ایچی ہاؤسنگ سوسائٹی لاہور

تحریر: ۲۲ ذوالحجہ ۱۴۳۲ھ۔ نظرِ ثانی: 2 رمضان 1441ھ

تمہید

الحاج حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مدظلہ العالی

شیخ النحو والصرف واستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ جدید رائے ونڈ روڈ لاہور

باسمہ تعالی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ، أما بعد:

فأعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

قُلۡ إِن كُنتُمۡ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي يُحۡبِبۡكُمُ ٱللَّهُ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوبَكُمۡۚ وَٱللَّهُ غَفُورٞ رَّحِيمٞ ﴿٣١﴾

(سورہ آل عمران، آیت ۳۱)

وقال النبی ﷺ: "المرء مع من أحب"

اللہ رب ذوالجلال کا بہت بڑا احسان اور فضل وکرم ہے کہ انہوں نے اپنے بندوں کو اپنی بے شمار نعمتوں سے مالا مال کر رکھا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وَإِن تَعُدُّواْ نِعۡمَتَ ٱللَّهِ لَا تُحۡصُوهَآ

(سورہ ابراہیم: آیت ۳۴)

اللہ پاک کی ان گنت اور بے شمار نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت اللہ پاک کے پیارے حبیب ﷺ کے وجودِ مسعود کی نعمت ہے، اور یہ ایک عظیم نعمت ہے کہ اس کے انعام فرمانے کے بعد اللہ رب ذوالجلال نے اپنے احسان کا ذکر فرمایا جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

لَقَدْ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ

(سورہ آل عمران: آیت ۱۶۴)

ترجمہ: البتہ تحقیق اللہ تعالی نے احسان فرمایا مومنین پر اس لئے بھیجا ان میں ایک عظیم رسول اُنہیں میں سے۔

ہمارے ایک بزرگ استاد فرمانے لگے کہ اللہ رب ذوالجلال نے اپنی ذات عالی کو چھپا رکھا ہے اور کائنات میں اپنی سب سے محبوب ترین ہستی کو ظاہر فرما دیا اور فرمایا کہ ہمیں اپنے محبوب ﷺ کی ایک ایک ادا پسند ہے، ہمیں ان کا بولنا پسند ہے، دیکھنا پسند ہے، سننا پسند ہے، اُنکی نشست و برخاست پسند ہے، اُن کی خوشی و غمی پسند ہے۔ الغرض ہمیں اپنے محبوب کی ایک ایک نورانی ادا محبوب اور پیاری ہے۔ تم اگر ہمارے محبوبین کی فہرست میں داخل ہونا چاہتے ہو اور پیارے بندے بننا چاہتے ہو تو تم ہمارے پیارے حبیب ﷺ کی ان نورانی اداؤں کو اپنا لو، تم بھی ہمارے محبوبین اور پیارے بندوں میں شامل ہو جاؤ گے۔

حدیث شریف کا سبق پڑھاتے ہوئے ایک نیک استاد فرمانے لگے: اللہ پاک کے پیارے حبیب ﷺ کے اُن نورانی اور حسین و جمیل اعمال کو

سینے سے لگانے کا نام اتباع سنت ہے، اور اتباع سنت کے ساتھ زندگی گزارنے والا شخص دنیا کے جس کونے میں موجود ہو مشرق میں یا مغرب میں وہ دور رہ کر بھی مدینہ منورہ میں ہے۔

ہر نبی علیہ السلام کا عمل خوبصورت ہوتا ہے، پھر یہ خوبصورتی ترقی ہی ترقی کرتی رہیں حتی کہ آخر میں اللہ پاک کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نوارانی ہستی جلوہ افروز ہوئیں تو ہر عمل کی خوبصورتی اپنی انتہا کو پہنچ گئی اور اس پر ختم نبوت کی مہر لگادی گئی کہ اس جیسا پیارا عمل اس سے پہلے نہ آیا ہے اور نہ قیامت تک آئے گا۔

اس لئے بندہ طلباء کرام کی خدمت میں عرض کرتا رہتا ہے: حدیث شریف صرف پڑھنے کی چیز نہیں بلکہ پینے کی چیز ہے۔ یہ تو شربت ہے۔ اندر داخل کرنے کی چیز ہے۔ اپنے سینے سے لگانے کی چیز ہے۔

اللہ پاک ہم سب کو اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورانی طریقوں کو اپنے سینے سے لگانے کی توفیق عطا فرمائے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالی جزائے خیر عطا فرمائے مدینہ منورہ کے عظیم بزرگ نورانی ہستی حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہری البرنی رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم فرزند ارجمند حضرت مولانا الشیخ عبدالرحمن کوثر مدنی کو جنہوں نے اپنی مبارک کتاب

(طِیبُ العنبَر فی جمَال النّبی الأنوَر ﷺ)

میں آقائے فخر دو عالم سرور کونین (اللہ پاک کے پیارے حبیب

ﷺ) کی سیرت طیبہ کا بڑے ہی مبارک انداز میں تذکرہ فرمایا جو سراپا نور ہی نور ہے۔ اور ہمارے عزیز مولانا مفتی سید عبدالعظیم ترمذی صاحب سلمہ نے اس مبارک کتاب کا بڑے ہی عمدہ سنہرے انداز سے اردو ترجمہ کیا ہے۔ پھر اس کاوش میں ہماری بزرگ ہستی حاجی راؤ عبدالسلام رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی توجہ اور جدوجہد شامل حال رہی جو حضرت نفیس شاہ صاحب کے خلیفہ مجاز بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان تمام اکابرین کی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں۔ اور اپنی رضا اور خوشنودی کے حصول کا ذریعہ بنادیں۔ (آمین)

اور دعا ہے اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مطالعہ کرنے والوں کو سرور کائنات ﷺ کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے اور سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمین

محتاج دعا

محمد حسن عفی عنہ

مُقدّمۃ المؤلف

الحمدُ اللہ ربِّ العالمین والصّلاۃ والسّلام علی أشرف الأنبِیّاء والمرسلین سیِّدنا ونبیِّنا محمّدٍ وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین.

أما بعد: بے شک اللہ تبارک وتعالی نے سیدنا ونبینا حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرما کر تمام انسانیت بلکہ تمام تر کائنات کو شرف بخشا، اوران کو ساری اقوام اور سارے عالموں کے لئے رحمت بنایا۔ اور اپنے حبیب ﷺ کو تمام مخلوقات اولین و آخرین میں سب افضل بنایا۔ اور بے شمار خصائص وفضائل، مناقب اور خصائل عطا کئے جس میں ان کا کوئی شریک نہیں بنایا، آپ ﷺ کو ثقلین (انسان اور جنات) کی طرف بشیر ونذیر بنا کر بھیجا، کوئی ایسی خیر نہیں جس کی آپ ﷺ نے دعوت وتعلیم نہ دی ہو، کوئی ایسا شر نہیں جس سے روکا نہ ہو۔ آپ ﷺ کی پیروی دنیا وآخرت کی ہر خیر کی ضمانت دیتی ہے، روگردانی کرنے والوں کیلئے شقاوت ہی شقاوت ہے۔

اللہ تعالیٰ شانہ نے آپ ﷺ کی شریعت سے پچھلی ساری شریعتیں منسوخ کر کے آپکی شریعت کو قیامت کے دن تک کیلئے دستور بنا دیا، جو کامل ومکمل ہے، ہر قوم، ہر زمانہ اور ہر جگہ کیلئے کارآمد ہے، آپ ﷺ پر ایسی کتاب نازل فرمائی جس کے ارد گرد آگے پیچھے کوئی باطل بھٹک نہیں سکتا، اور رب ذوالجلال نے خود اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی، آپ ﷺ کو

مقامِ محمود، حوضِ کوثر سے نوازا، اور شفاعتِ عظمیٰ عطا فرمائی۔

آپ ﷺ کے ذریعہ قیامت میں تمام اقوام کرب اور پریشانی سے آزاد کی جائیں گی۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں "لِواء الحمد" یعنی تعریفِ الٰہی کا جھنڈا ہوگا، آپ ﷺ ہی کیلئے سب سے پہلے جنت کے دروازے کھلیں گے۔

آپ ﷺ کی محبت و تعظیم، آپ کی طاعت ایمان کے سب سے بڑے تقاضوں میں سے ہے، اسی طرح اس محبت و تعظیم میں مسلسل اضافہ مومن کی زندگی کا بڑا اہم وظیفہ ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نبی کریم ﷺ کی صفاتِ حمیدہ بیان کرنے، آپ ﷺ کی نعت شریف بتانے اور آپ کی تعظیم وتوقیر کرنے میں ہی پورے دین کا دارومدار ہے۔

(الصارم المسلول، ص ۲۰۴)

علمائے امت نے ہر زمانہ میں رسول اللہ ﷺ کی محبت و تعظیم اور آپ ﷺ کی اطاعت واتباع، آپ ﷺ کے فضائل ومناقب میں بے شمار کتابیں تحریر فرمائیں ہیں، کسی نے سیرت کے کس حصہ کو بیان کیا ہے تو کسی نے کس حصہ کو، اللہ تعالے نے بندہ ناچیز کو آقا ﷺ کی سیرت کے ایسے جزء پر قلم اٹھانے کی توفیق بخشی جس کے متعلق پہلے لکھا تو گیا ہے لیکن اس پہلو کو مدنظر رکھ کرنہیں لکھا گیا، بندہ نے اس کتاب میں سیرت رسول ﷺ کے مختلف حصوں کو جمال کے آئینہ میں بیان کیا ہے، کتاب قرآن وسنت کی روشنی میں آقا ﷺ کے جمالِ صورت اور جمالِ سیرت کو مستند شکل میں پیش

کیا ہے، کتاب کا پورا نام:

(طِيبُ العنبَر فى جمَال النَّبى الأنوَر، صاحب الوجه الأنور والجبين الأزهر، عليه الصلاة والسلام من الله الأكبر)

رکھا تھا۔ جس کا اردو ترجمہ (جمالِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نام سے قارئین کے ہاتھوں میں ہے، اس کتاب کا پڑھنا، سننا ترقیٔ ایمان کا بہترین ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکے لکھنے اور پڑھنے سننے والوں کیلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں اضافہ کا سبب بنائے اور اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

اس موضوع پر تو جتنا بھی لکھا جائے اس کا حق نہ ادا ہوا ہے نہ آئندہ کبھی ہوسکتا ہے، اس کتاب میں جتنا جمع ہوسکا اس پر میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے یہ شرف بخشا کہ جمالِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند پہلوؤں کو امتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کروں۔ کتاب

(طِيبُ العنبَر فى جمَال النَّبى الأنوَر ﷺ)

لکھے کچھ عرصہ ہی ہوا تھا کہ اس کی بفضلہٖ تعالیٰ آگے پیچھے تین طباعت ہوگئی تھیں، اردو ترجمہ جناب مولانا مفتی سید عبدالعظیم ترمذی صاحب نے فرمادیا تھا، جس پر حاجی راؤ عبدالسلام رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ رہی، اور اسکو عمدہ اور دلکش چھپوا کر ناظرین کی دعائیں سمیٹنے کا ذریعہ بنے۔

راؤ عبدالسلام رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ زیارتِ مدینہ منورہ کے موقع پر جب بندہ کے گھر تشریف لائے تو بندہ کو ایک چھوٹا سا ڈبہ عنایت کیا جس میں بعض اکابر رحمۃ اللہ علیہ کے پارچہ جات تھے، اور عنایت کرتے ہوئے فرمایا کہ ”یہ ساری

نسبتیں میں آپ ﷺ کی طرف منتقل کرتا ہوں''، اللہ تعالیٰ ان کو اپنی شایانِ شان جزائے خیر عطا فرمائے۔

اب اس کتاب کی دوسری طباعت کی جا رہی ہے۔ اس کی نظرِ ثانی اور تصحیح و مراجعت میرے بیٹے مفتی ابوالمبارک حماد عاشق الٰہی نے بہت عرق ریزی کے ساتھ کی ہے۔ بعض مضامین کا اضافہ بھی کیا ہے۔ آپ ﷺ کے ناموں کے متعلق مکمل مضمون انہوں نے اپنے رسالہ (پیارے حبیب ﷺ کے پیارے نام) سے مقتبس کر کے تحریر کیا ہے۔ جو ان شاء اللہ جلد شائع ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان جزائے خیر عطاء فرمائے اور مزید موفق للخیر فرمائے۔ آمین

وصلی اللہ علی سیّدنا ونبیّنا محمد وعلیٰ آلہٖ

واصحابہ اجمعین۔ والحمد للہ رب العالمین۔

وکتبہ العبد الفقیر الی رحمۃ ربہ الغنی

ابومحمد عبدالرحمن کوثر عفا اللہ عنہ وعافاہ

سابق خادم قرآن وحدیث بالمسجد النبوی الشریف

وسابق مدرس الدراسات الاسلامیہ بجامعہ طیبہ مدینہ منورہ

خادم إلی بیت الشریف لمرکز ابن الجزری وخطیب

الأوقاف السنیة بمملکة بحرین

پہلا باب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے مبارک اور کنیت کے جمال کے بیان میں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے نام ہیں، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے بہت سے القاب عظمت اور نعت وصفت کیلئے استعمال کئے جاتے ہیں، بعض علماء نے اس موضوع پر باقاعدہ کتب لکھی ہیں، حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ ہے جسمیں انہوں پانچ سو نام مبارک ذکر کئے ہیں۔

ناموں کی کثرت شرافت اور عزت پر دلالت کرتی ہے۔ احادیثِ شریفہ میں خاص خاص مواقع میں خاص خاص ناموں کا ذکر آیا ہے، سب ناموں کا اِحصا کسی ایک روایت میں نہیں ہے۔

احادیث شریفہ میں دس نام خاص طور پر مذکور ہیں، جن کا تذکرہ ہم یہاں کر رہے ہیں:۔

عن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ، أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: إن لی أسماء، أنا محمّد، وأنا أحمد، وأنا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر، وأنا الحاشر الذی یحشر الناس علی

قدمي، وأنا العاقب الذي ليس بعده أحد، وقد سمّاهُ اللهُ رءوفا رحيما.

وعن أبي موسى الأشعري رضي الله عيه، قال: كان رسول الله ﷺ يسمي لنا نفسه أسماء، فقال: أنا محمّد، وأحمد، والمقفي، والحاشر، ونبيُّ التَّوبة، ونبيُّ الرَّحمة.

حضرت جُبَیر بن مُطعِم رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میرے (بہت سے خصوصی) نام ہیں: میں ''محمد'' ہوں، اور میں ''احمد'' ہوں۔ اور ''ماحی'' ہوں (مٹانے والا) کہ اللہ تعالی نے میرے ذریعہ کفر کو مٹایا ہے۔ اور میں ''حاشر'' ہوں کہ قیامت کے دن سب میرے بعد اٹھائے جائیں گے۔ اور میں ''عاقِب'' ہوں (سب سے آخر میں آنے والا نبی) کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''رؤف'' ''رحیم'' سے موسوم فرمایا ہے''۔

دوسری حدیث جو حضرت اَبو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی اسمیں تین نام اور مذکور ہیں۔ چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: میرا نام ''محمد'' ہے اور ''احمد'' ہے اور ''مقفی'' ہے اور ''حاشر'' ہے اور "نبيُّ التَّوبة"، اور "نبيُّ الرَّحمة" ہے۔

فائدہ:

پہلی حدیث میں اخیر کے تین نام مع وجہ تسمیہ کے ذکر کیے گئے لیکن اول کے دو ناموں کی وجہ روایت میں نہیں ہے، بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے

دو نام ذاتی ہیں اور باقی صفاتی ہیں، یا اس لئے کہ ان ناموں کی بہت سی وجوہ ہوسکتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

ناموں کی تشریح:

1۔ محمد ﷺ

اس نام مبارک کے معنی ہیں:

"بہت زیادہ تعریف کیا ہوا" اور "وہ ذات جس کی بار بار مسلسل نعت وثناء کی جائے"۔

وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی خصالِ حمیدہ بہت زیادہ ہیں، یا اس وجہ سے کہ آپ ﷺ کی تعریف مرۃً بعد مرۃ کی گئی، یا اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی کثرت سے تعریف کی ہے، اور اسی طرح ملائکہ نے، سابقین انبیاء علیہم السلام نے، اولیاء نے، یا تفاؤل کے طور پر ہے کہ بہت زیادہ حمد وثناء کی جائے۔ یا اس وجہ سے کہ اولین وآخرین سب ہی آپ ﷺ کے ثناخواں ہیں اور قیامت میں سب ہی آپ ﷺ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے جس کا نام حمد کا جھنڈا ہے۔

(دیکھئے: خصائل نبوی۔ از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی)

محمد کا اصل مادہ "حمد" ہے۔ حمد اصل میں کسی کے اخلاقِ حمیدہ، اوصافِ پسندیدہ، کمالاتِ اصلیہ، فضائلِ حقیقیہ اور محاسن واقعیہ کو محبت اور عظمت کے ساتھ بیان کرنے کو کہتے ہیں۔

اور تحمید جس سے نام "محمد" مشتق ہے وہ باب تفعیل کا مصدر ہے۔ جس

کی وضع ہی مبالغہ اور تکرار کے لئے ہوئی ہے۔ لہٰذا اس کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ ذات ستودہ صفات کہ جن کے واقعی اور اصلی کمالات اور محاسن کو محبت اور عظمت کے ساتھ کثرت سے بار بار بیان کیا جائے۔

اللّٰھم صل علی محمد وعلی آلہ وصحبه وبارك وسلم

بعض کہتے ہیں کہ ''محمد'' کے معنی یہ ہیں کہ جس میں خصائلِ حمیدہ اور اوصافِ محمودہ علیٰ وجہ الکمال پائے جاتے ہوں۔

اس نام سے نبی کریم ﷺ سے پہلے کوئی موسوم نہیں کیا گیا۔ آپ ﷺ کے دادا عبد المطلب نے جب آپ ﷺ کا عقیقہ کیا تو اس تقریب میں تمام قریش کو دعوت دی، اور آپ ﷺ کا نام (محمد) تجویز کیا۔ قریش نے سوال کیا کہ آپ نے تو ایسا نام رکھا ہے جو آپ کے آباء واجداد میں کسی کا نہیں تھا۔ عبد المطلب بولے کہ "میں نے یہ نام اس لئے رکھا ہے کہ اللہ آسمان میں اور اللہ کی مخلوق زمین میں اس مولود کی تعریف وثناء کرے۔

(فتح الباری)

عبد المطلب نے آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ جو اس نام رکھنے کا باعث ہوا۔ وہ یہ کہ عبد المطلب کی پشت سے ایک زنجیر ظاہر ہوئی کہ جس کی ایک جانب آسمان میں اور ایک جانب زمین میں اور ایک جانب مشرق میں اور ایک جانب مغرب میں ہے۔ کچھ دیر بعد وہ زنجیر درخت بن گئی جس کے ہر پتے پر ایسا نور ہے کہ جو آفتاب کے نور سے ستر درجہ زائد ہے۔ مشرق اور مغرب کے لوگ اس کی شاخوں سے لپٹے ہوئے ہیں۔ قریش میں سے بھی کچھ لوگ اس کی شاخوں کو پکڑے ہوئے ہیں، اور قریش

میں سے کچھ لوگ اس کے کاٹنے کا ارادہ کرتے ہیں یہ لوگ جب اس ارادے سے اس درخت کے قریب آنا چاہتے ہیں تو ایک نہایت حسین وجمیل جوان ان کو ہٹا دیتا ہے۔

معبّرین نے عبدالمطلب کو اس خواب کی یہ تعبیر دی کہ تمہاری نسل سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا کہ مشرق سے لے کر مغرب تک لوگ اس کی اتباع کریں گے اور آسمان اور زمین والے اس کی تعریف وثناء کریں گے۔ اس وجہ سے عبدالمطلب نے آپ کا نام (محمد) رکھا۔

عبدالمطلب کو اس خواب سے محمد نام رکھنے کا خیال پیدا ہوا اور ادھر آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کو رؤیا صالحہ کے ذریعہ سے یہ بتایا گیا کہ تم برگزیدہ اخلاق اور سید الامم کی حاملہ ہو، اس کا نام محمد رکھنا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ احمد نام رکھنا۔

اور ایک روایت میں دونوں ناموں ذکر ہے۔

غرض یہ کہ سحائبِ الہام کے تقاطر اور رویائے صالحہ کے تواتر نے ماں اور دادا، احباب اور اقارب یگانہ اور بیگانہ سب ہی کی زبان سے وہ نام تجویز کرادیئے کہ جس نام سے انبیاء و مرسلین علیہم السلام اس نبیٔ امی فداہ ابی وامی کی بشارت دیتے چلے آرہے تھے۔

جس طرح حضرت عبدالمطلب کا تمام بیٹوں میں سے صرف آپ ﷺ کے والد ماجد کا ایسا نام تجویز کرنا کہ جو اللہ کے نزدیک سب سے زیاد محبوب ہو یعنی عبداللہ نام رکھنا یہ القاء ربانی تھا اسی طرح آپ ﷺ کا نام مبارک محمد اور احمد رکھنا بھی بلاشبہ الہام رحمانی تھا، جیسا کہ علامہ

نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں ابن فارس وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں کو الہام فرمایا اس لئے یہ نام رکھا۔

(سیرتِ مصطفی ﷺ للعلامہ محمد ادریس کاندھلوی)

علماء نے لکھا ہے کہ "محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مخصوص نام ہے جو پہلے لوگوں میں سے کسی نے نہیں رکھا، البتہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا زمانہ قریب تھا تو بہت سے لوگوں نے اس امید پر کہ شاید ہماری ہی اولاد ان بشارتوں کی مستحق بن جائے جو پہلی کتابوں میں ہیں اور یہی نبی بن جائے، محمد نام رکھا، لیکن

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ

(سورہ الانعام، آیت ۱۲۴)

کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے اس جگہ کو جہاں اپنی رسالت کو تجویز فرماتا ہے۔

(خصائل نبوی: شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ)

2۔ اَحمد

"احمد" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ بعض کے نزدیک اسم مفعول کے معنی میں ہے اور بعض کے نزدیک اسم فاعل کے معنی میں ہے۔

اگر اسم مفعول کے معنی لئے جائیں تو احمد کے یہ معنی ہوں گے سب سے زائد ستودہ تو بیشک مخلوق میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زائد کوئی ستودہ نہیں اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کوئی سراہا گیا۔

اگر اسم فاعل کے معنی میں لیا جائے تو احمد کے یہ معنی ہوں گے کہ

مخلوق میں سب سے زیادہ خدا کی تعریف وثناء اور ستائش کرنے والے۔ یہ بھی صحیح اور درست ہے۔ دنیا میں آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کی امت نے خدا کی وہ حمد وثناء کی جو کسی نے نہیں کی۔ اسی وجہ سے انبیاء سابقین نے آپ ﷺ کے وجودِ باجود کی بشارت لفظ ''حمد'' کے ساتھ اور آپ ﷺ کی امت کی بشارت حمّادِین کے لقب سے دی ہے جو نہایت درست ہے۔

اور اللہ نے آپ کو "سورۃ الحمد" عطا کی۔

اور کھانے اور پینے اور سفر سے واپس آنے کے بعد اور ہر دعا کے بعد آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کو تعریف وثناء پڑھنے کا حکم دیا۔

اور آخرت میں بوقت شفاعت آپ ﷺ پر من جانب اللہ وہ محامد اور خدا کی وہ تعریفیں منکشف ہوں گی کہ جو نہ کسی نبیِّ مُرسَل پر اور نہ کسی ملکِ مُنزَّل پر منکشف ہوئیں۔

حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس وقت اللہ کی وہ تعریفیں مجھے اِلقا ہوں گی جو اس وقت مجھے مستحضر نہیں ہیں۔

اسی وجہ سے قیامت کے دن آپ ﷺ کو "مقام محمود" اور "لواءِ حمد" (تعریف کا جھنڈا) عطا ہوگا۔ اس وقت تمام اولین وآخرین جو میدان حشر میں جمع ہوں گے وہ آپ ﷺ کی حمد اور ثناء کریں گے۔

اور یہی دو نام حق جل شانہ نے قرآن کریم میں ذکر فرمائے ہیں:۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط

(سورہ فتح، آیت ۲۹)

(محمد اللہ کے رسول ہیں)

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ٱبْنُ مَرْيَمَ يَٰبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ ٱلتَّوْرَىٰةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُولٍ يَأْتِى مِنۢ بَعْدِى ٱسْمُهُۥٓ أَحْمَدُ (سورہ صف، آیت ۶)

اور جس وقت کہ عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں توراۃ کا تصدیق کرنے والا جو مجھ سے پہلے نازل ہو چکی ہے اور اپنے بعد ایک آنے والے رسول کی بشارت دینے والا جن کا نام احمد ہوگا۔ (سیرتِ مصطفیٰ ﷺ)

ایک عظیم فائدہ:

کلماتِ الٰہیہ اور ارشاداتِ نبویہ میں غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی حمد اور ثناء ہر کام کے بعد پسندیدہ اور مستحسن ہے۔ یعنی حمد کسی شے کے اختتام کے بعد ہوتی ہے، اسی لئے حق تعالیٰ شانہ نے آپ ﷺ کا نام محمد اور احمد رکھا تاکہ انقطاعِ وحی اور اختتامِ رسالت کی جانب مشیر ہو۔

(تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "سیرتِ مصطفیٰ ﷺ" مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

3۔ ماحي

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "میں "ماحی" ﷺ ہوں یعنی مٹانے والا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ کفر کو مٹایا ہے"۔

آپ ﷺ کی بعثت سے قبل انسانیت اپنی شناخت کھو بیٹھی تھی۔ کفر، شرک اور گناہوں کی وجہ سے جہنم کی گھاٹی پر آ کھڑی تھی، اس میں خیر ختم ہو چکی تھی، ہر قسم کے شر میں ملوث تھی، کبیرہ صغیرہ گناہوں کی بُرے طریقہ سے مرتکب تھی۔ کوئی شخص جب چاہتا اپنی بیوی کو قتل کر دیتا، شرمندگی اور عار کے خوف سے معصوم بچی کو زندہ درگور کر دیتا۔ معاش کی تنگی کے ڈر سے اپنے بیٹے کو بھی نہ چھوڑتا اور اسے بھی مار ڈالتا تھا۔ کسی خاتون کے خاوند کے مر جانے پر اسے گھٹیا کپڑے پہنا کر ایک سال کی طویل مدت کیلئے اکیلے ایک گندے کمرے میں بند کر دیا جاتا، اور اسے کسی قسم کی زینت کرنے، خوشبو لگانے سے بھی پابند کر دیا جاتا تھا۔

لوگ بیت اللہ کا ننگا طواف کیا کرتے تھے، اللہ وحدہ لاشریک لہ کے کعبہ مشرفہ میں طرح طرح کے بُت نصب کر رکھے تھے۔ الغرض کوئی برائی ایسی نہ تھی جس میں لوگ غرق نہ تھے، پھر محسنِ انسانیت سید الاوّلین والآخرین رحمت للعالمین خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد بن عبد اللہ ﷺ کا ظہور ہوتا ہے اور ہر برائی کو مٹا دیا جاتا ہے، ہر برائی و بگاڑ کے مقابلہ میں اچھائیوں کا سمندر بہا دیا جاتا ہے، رحمتوں برکتوں کی برسات شروع ہو جاتی ہے، اور آقا ﷺ لوگوں کو ان کے خالق و مالک جلّ مجدہٗ کی عبادت کا حکم دیتے ہیں۔ ان کی دنیا، معاش، اور اخلاق سدھار دیتے ہیں، ان کو ہر خیر سکھاتے ہیں، ان کو پکڑ پکڑ کر ہر برائی سے روکتے ہیں۔

چنانچہ مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

میری اور میری امت کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص آگ کا الاؤ روشن کرے اور اس کے اندر تیزی کے ساتھ پروانے وغیرہ گرنے لگیں، میں ہوں کہ تمہیں بچانے کے لئے تمہیں تمہاری چادر سے پکڑے ہوئے ہوں لیکن تم ہو کہ ہلاک اور برباد ہونے کے لیے اس میں گرتے چلے جارہے ہو۔

یعنی گناہ گار اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں گرنا چاہتے ہیں لیکن آپ ﷺ انہیں ترغیب دے دے کر نیکیوں پر لگانا چاہتے ہیں۔ اور جیسے پروانہ بڑھ بڑھ کر آگ میں گرتا ہے اسی طرح گناہ گار بار بار گناہ کرتا ہے اور جہنم میں گرنے کے اسباب مہیا کرتا ہے۔ اور اپنی دنیا اور آخرت خراب کرتا ہے۔ اگر یہ سمجھ لے تو اسے ہر اچھائی مل جائے۔ بات مان لے تو اسکا انجام خراب ہونے بچ جائے۔

یہ ساری شرکیات، کفریات اور معصیات نبی کریم ﷺ نے مٹادیں اس لئے آپ ﷺ کا نام ماحی ہے۔

جہالت کی ظلمات اور جاہلیت کی رسوم وبدعات کو رسول اللہ ﷺ نے بالکل ختم کردیا اس لئے آپ ﷺ کا نام ماحی ہے۔

حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے اعلان فرمادیا کہ

أَلَا إِنَّ كُلَّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ تَحْتَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ

(سنن ابن ماجه، المنتقى لابن جارود)

یعنی زمانہ جاہلیت کی ہر شے میرے ان دونوں قدموں کے نیچے روندی ہوئی ہے۔

4۔ حاشر

چوتھا نام جو نبی کریم ﷺ نے بتایا کہ ''اور میں ''حاشر'' ﷺ ہوں کہ قیامت کے دن لوگوں کا حشر میرے قدموں پر ہوگا''۔

اس کے دو معنی مذکور ہیں:

①۔ یعنی قیامت کے دن سب سے پہلے سید الکائنات ﷺ اٹھائے جائیں گے پھر تمام مخلوقات آپ ﷺ کے بعد اٹھائی جائیں گی۔

جیسا کہ دوسری حدیث میں مذکور ہے:

أنا أول من تنشق عنه الأرض

کہ میں وہ ہوں جس پر سے زمین سب سے پہلے کھلے گی۔

②۔ آپ ﷺ اس روز سب کے امام اور پیشوا ہوں گے اور سب آپ ﷺ کی شفاعت کے محتاج ہوں گے۔

(انظر: مصفیٰ شرح موطا۔ سیرت مصطفی ﷺ)

5۔ عاقب

حدیث شریف میں فرمایا: ''اور میں ''عاقب'' ﷺ ہوں۔ یعنی تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد آنے والا، جس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا''۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عاقب کے معنی یہ ہیں:

"الذی ختم اللہ بہ الانبیاء"

وہ ذات جن پر اللہ تعالی نے انبیاء کرام کا سلسلہ ختم فرما دیا۔

شیخ زُرقانی نے امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ عاقب کے معنی ہیں "آخر الانبیاء" ہیں۔

6- رؤف

"رؤف" ﷺ کے معنی ہیں: نہایت شفیق ذات۔

7- رحیم

"رحیم" ﷺ کے معنی ہیں: وہ ذات جو بہت زیادہ رحم فرماتی ہو۔

ان دونوں ناموں سے رسول اللہ ﷺ کو اللہ رب العزت والجلال نے قرآن کریم میں موسوم فرمایا ہے، یہ نام دراصل اللہ سبحانہ وتعالی کے اسماء حسنی میں سے ہیں، اللہ تعالی نے ان ناموں سے اپنے حبیب ومحبوب سید الکائنات حضرت محمد ﷺ کو پکارا ہے، یہ ہمارے آقا ﷺ کیلئے عظیم شرف ہے۔

ارشادِ باری ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِٱلْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾ (سورہ توبہ، آیت ۱۲۸)

ترجمہ: بلاشبہ تمہارے پاس ایسے رسول آئے ہیں جو تم میں سے ہیں، ان پر بہت گراں ہے تم کو جو تکلیف پہنچے۔

وہ تمہارے نفع کے لئے حریص ہیں۔ مؤمنین کے ساتھ بڑی شفقت اور نہایت رحم کرنے والے ہیں۔

رحمت کے متعلق قدرے تفصیل نام "نبی الرّحمہ" میں آرہی ہے۔

8۔ مُقَفِّی

ایسے ہی آپ ﷺ کا ایک نام "مُقَفِّی" ﷺ ہے یعنی سب سے آخر میں آنے والا، جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو، یا پہلے انبیاء کا اتباع کرنے والا۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد ہے:

ثُمَّ قَفَّينَا عَلَىٰٓ ءَاثَٰرِهِم بِرُسُلِنَا

(سورۃ الحدید، آیت ۲۷)

علماء نے دونوں معنی لکھے ہیں۔ دوسرے معنی کا حاصل یہ ہے کہ اصلِ توحید اور اصولِ دین میں آپ ﷺ جملہ انبیاء علیہم السلام کے موافق تھے، اور تمام انبیاء علیہم السلام ایک دوسرے کے اصلِ دین، توحید اور مکارمِ اخلاق میں موافق رہے، فروعاتِ مذہب میں اختلاف رہا۔

9۔ نبيُّ التَّوبة

ایک نام آپ ﷺ کا "نبی التوبہ" ﷺ ہے جس کا ترجمہ ہے "توبہ کا نبی" کہ آپ ﷺ کی اُمت کے لئے صرف توبہ اپنے شرائط کے ساتھ گناہوں کی معافی کے لئے کافی کر دی گئی، بخلاف بعض پہلی اُمتوں کے کہ ان کی توبہ قبول ہونے کے لئے قتلِ نفس وغیرہ شرط تھا۔

جیسا کہ بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا تو

ان کی توبہ اس طرح قبول ہوئی کہ ان کو قتل کیا گیا، اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِۦ يَٰقَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنفُسَكُم بِٱتِّخَاذِكُمُ ٱلْعِجْلَ فَتُوبُوٓاْ إِلَىٰ بَارِئِكُمْ فَٱقْتُلُوٓاْ أَنفُسَكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِندَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ ﴿٥٤﴾

(سورہ بقرہ، آیت ۵۴)

نیز آپ ﷺ اُمت کو کثرت سے توبہ کا حکم کرنے والے ہیں۔ نیز آپ ﷺ خود نہایت کثرت سے توبہ کرنے والے ہیں۔

ان وجوہ میں سے ہر وجہ ایسی ہے جس کی بناء پر حضور ﷺ کو توبہ کا نبی کہا جاسکتا ہے۔

10- نبيُّ الرَّحمة

رسول اللہ ﷺ کا ایک نام ''نبی الرحمہ'' ﷺ ہے، جس کا ترجمہ ہے ''رحمت کا نبی'' یعنی حق تعالیٰ شانہ نے آپ ﷺ کی ذات وصفات کو مسلمان اور کافر سب کے لئے باعث رحمت بنایا ہے، چنانچہ خود قرآن شریف میں ہے:

وَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَٰلَمِينَ ﴿١٠٧﴾

(سورۃ الانبیاء، آیت ۱۰۷)

ہم نے آپ کو تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

مسلمانوں کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رحمت ہونا تو ظاہر ہے کہ دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی بتائی ہوئی خیر پہ عمل اور آخرت اسکی جزاء ہے۔ کفار کے لئے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الطاف وشفقت کی وجہ سے پہلی امتوں کی طرح اس امت پر عذابِ عامہ نازل نہیں ہوا بلکہ قرآن پاک میں وعدہ فرمایا گیا اللہ انہیں اس حالت میں عذاب نہیں دے گا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں موجود ہوں مفسرین نے لکھا ہے کہ

وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنتَ فِيهِمْ

(سورۃ الانفال، آیت ۳۳)

سے عمومی عذاب مراد ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ سب ہی ایک ایک کر کے ہلاک نہ کیے جائیں گے، اور نیز جتنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کا بقا رہے گا اتنا ہی تمام عالم کا نظام باقی رہے گا، جس وقت تمام دنیا میں ایک بھی اللہ کا نام لینے والا باقی نہ رہے گا نظام عالم درہم برہم ہو کر قیامت قائم ہو جائے گا۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت تمام عالم کے لئے ہے، کسی امت یا جماعت کی خصوصیت نہیں ہے، اس لحاظ سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عالم کے لئے رحمت ہیں کہ جس کا دل چاہے اس رحمت میں داخل ہو جائے۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے آپس میں تراحم اور ایک دوسرے کے ساتھ رحمت اور شفقت کی تعلیم لے کر آئے ہیں، اس لحاظ سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت کے نبی ہیں۔

نیز اللہ سبحانہ وتعالی شانہ کی رحمت کے دروازے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ

سے کھلے ہوئے ہیں۔

نیز آپ ﷺ اللہ تعالی شانہ کی رحمتوں کی خبریں اور بشارتیں دینے والے ہیں۔

ان معانی کے اعتبار سے بھی آپ ﷺ رحمت کے نبی ہیں۔

نیز آپ ﷺ کا دین سراسر رحمت ہے۔ اس لئے بھی آپ ﷺ رحمت کے نبی ہیں۔

نیز آپ ﷺ کی امت کی صفت قرآن شریف میں

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (سورہ الفتح، آیت ۲۹)

وارد ہوئی ہے، یعنی آپس میں رحمت کا برتاؤ کرنے والے، اس لحاظ سے بھی آپ ﷺ رحمت کے نبی ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے اور بھی بہت نام ہیں مگر ان احادیثِ شریفہ میں ان کی تخصیص غالباً اس لئے فرمائی کہ آپ ﷺ کے یہ مخصوص نام انبیاء سابقین علیہم السلام کے صحیفوں میں زیادہ مشہور ہیں، اور پہلی کتابوں میں پیشن گوئی کے طرز پر لکھے ہوئے تھے۔ اہل کتاب ان اسماء وصفات سے آپ ﷺ کو پہچانتے تھے۔ واللہ اعلم۔

(خصائلِ نبوی۔ وسیرتِ مصطفی ﷺ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت کا جمال

آنحضرت ﷺ کی سب سے مشہور و معروف کنیت "ابو القاسم" ہے

جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے بڑے صاحبزادے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے نام پر ہے۔

دوسری کنیت "ابو ابراہیم" ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو حضرت جبریل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ فرمایا:

"السّلام علیك یا أبا إبراهیم"

(المستدرك للحاكم)

سلام ہو آپ پر اے ابو ابراہیم۔





دوسرا باب:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسبی جمال

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الأَسْقَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللهِ إِنَّ اللهَ اصْطَفَى مِنْ وَلَدِ إِبْرَاهِيمَ إِسْمَعِيلَ، وَاصْطَفَى مِنْ وَلَدِ إِسْمَعِيلَ بَنِي كِنَانَةَ، وَاصْطَفَى مِنْ بَنِي كِنَانَةَ قُرَيْشًا. وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ، وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ.

(صحیح مسلم رقم ۲۲۷۶، ج ۴، ص ۱۷۸۲)

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منتخب فرمایا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنی کنانہ کو، بنی کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا، اور پھر بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا''۔

فوائد:

① ۔ اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کل آٹھ بیٹے تھے لیکن حدیث میں

صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تمام اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام سب سے افضل ہیں کہ حضرت اسحاق علیہ السلام سے بھی۔

۲۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اظہار نعمت کے طور پر یہ ارشاد فرمایا، ورنہ اپنے خاندانی نسب پر فخر، جس سے تکبر اور دوسرے مسلمانوں کی حقارت ظاہر ہو، جائز نہیں۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری حدیث میں اس سے منع فرمایا ہے۔

۳۔ ''منتخب فرمانے'' کا مطلب ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ اچھی عادات واخلاق عطا فرمائے۔





تیسرا باب:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خَلقی جمال کے بیان میں

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ حسین چہرے اور تناسب اعضاء والے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قد مبارک نہ تو بہت لمبا تھا اور نہ چھوٹا۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا:

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ حسین کسی کو نہیں دیکھا۔ یوں لگتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک میں سورج چمک رہا ہو۔ اور میں نے کسی شخص کو نبی کریم سے زیادہ تیز چلتے نہیں دیکھا۔ گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے زمین سمیٹ دی جاتی تھی۔ جس مسافت میں ہم تھکن سے چور ہو جاتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ مسافت بھی بغیر کسی مشقت کے طے کر لیتے تھے۔" (ابن حبان)

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ راوی سورج کیساتھ تشبیہ دے کر یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ جس طرح سورج اپنے مدار میں روشنی کے ساتھ گردش کرتا ہے اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک حسن و جمال سے منور و چمکتا رہتا تھا۔ (فتح الباری)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک چودھویں رات کے چاند سے بھی زیادہ حسین تھا

حضرت ابواسحاق فرماتے ہیں کہ کسی نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح شفاف تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں بلکہ چودھویں کے چاند کی مانند روشن تھا۔ (بخاری)

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح صرف سفید ہی نہیں تھا بلکہ چاند کی طرح روشن اور منور تھا۔ کیوں کہ تلوار کو کبھی زنگ بھی لگ جاتا ہے جس سے اس کی خوبصورتی اور سفیدی ختم ہو جاتی ہے جبکہ چاند کی نورانیت ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کو چاند سے تشبیہ دینے میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح چاند کے طلوع ہونے سے ساری دنیا منور ہو جاتی ہے، اسی طرح اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ اس کائنات کو نورِ ایمان سے منور فرما دیا۔ (ھدایة المحتذی)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ تیزی سے آپ کی طرف دوڑے اور شور بپا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے تو میں بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ جب میں نے نظر بھر کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روئے مبارک کو دیکھا تو مجھے یقین آ گیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہوسکتا۔ اس موقع پر نبی کریم نے سب

سے پہلے جو بات ارشاد فرمائی وہ یہ تھی:

لوگو! سلام کو پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، اور جس وقت لوگ محو خواب ہوں نماز پڑھو (اگر تم ان پر عمل کرو گے تو) سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

(ترمذی)

فائدہ:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سائل کا سوال کہ "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ تلوار کی طرح تھا؟" کے دو مطلب ہیں:

۱۔ شاید سائل کا منشاء سوال یہ ہو کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ تلوار کی طرح لمبا تھا؟ اس لیے حضرت براء رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ چاند کی طرح گول تھا۔

۲۔ یہ احتمال بھی ہے کہ شاید سائل کی مراد یہ ہو کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ تلوار کی طرح سفید تھا؟ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کی چمک دمک تو تلوار سے بھی زیادہ تھی۔ بہر حال حضرت براء رضی اللہ عنہ نے اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کو چاند سے تشبیہ دی کیونکہ اس میں روشنی اور گولائی دونوں صفتیں جمع ہیں۔

ایک شخص نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک تلوار جیسا تھا؟ انہوں نے فرمایا: نہیں، بلکہ شمس و قمر کی مانند گول تھا۔ (مسلم)

چونکہ اس سوال کے اندر بھی مذکورہ بالا دونوں احتمال تھے اس لیے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کا چہرہ چاند اور سورج کی طرح گول تھا۔ اس سوال میں دونوں احتمالوں کا جواب آ گیا کہ آپ ﷺ کا چہرہ گول بھی تھا اور منور بھی اور سوال کا مکمل جواب حاصل ہو گیا۔

حضرت امام ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ہمدان کی ایک خاتون فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی معیت میں حج کیا۔ حضرت امام ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس خاتون سے نبی کریم ﷺ کے حلیہ مبارک کے متعلق پوچھا تو وہ کہنے لگیں ''نبی کریم ﷺ چودھویں رات کے چاند کی مانند حسین اور خوبصورت تھے۔ میں نے نہ تو آپ ﷺ سے پہلے کوئی آپ ﷺ جیسا دیکھا اور نہ ہی آپ ﷺ کے بعد''۔

حضرت رُبیّع بنت مُعَوّذ فرماتی ہیں: ''جب میں آنحضرت ﷺ کے روئے انور کی طرف دیکھتی تو مجھے یوں لگتا جیسے سورج طلوع ہو چکا ہو۔

(المعجم الکبیر للطبرانی)

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آنحضرت ﷺ کا چہرہ مبارک بالکل گول نہیں تھا بلکہ کچھ لمبائی لیے ہوئے تھا۔ اس قسم کا چہرہ عرب میں بہت پسند کیا جاتا تھا۔ (فتح الباری)

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں ایک مرتبہ چاندنی رات میں نبی کریم ﷺ کے روئے مبارک کو دیکھ رہا تھا، کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی آپ ﷺ کے چہرہ انور کو، اس وقت نبی کریم ﷺ نے سُرخ جوڑا زیب تن کیا ہوا تھا۔ بالآخر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ آنحضرت ﷺ چاند سے زیادہ حسین اور خوبصورت ہیں۔" (ترمذی)

آپ ﷺ کا چہرہ مبارک چودھویں کے چاند کی طرح منور تھا

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میرے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے حلیہ مبارک کو بڑے عمدہ طریقہ سے بیان فرمایا کرتے تھے۔ میں بھی چاہتا تھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے حلیہ مبارک کو میرے سامنے بھی ذکر کریں تاکہ میرے لیے بھی یہ سند بن جائے۔ (چنانچہ میں نے ان سے اپنی اس خواہش کا ذکر کیا، تو انہوں نے فرمایا) ''نبی کریم ﷺ خود بھی ایک عظیم انسان تھے، اور دوسروں کی نظروں میں بھی بڑے اونچے مرتبے کے حامل تھے۔ آپ ﷺ کا روئے انور چودھویں کے چاند کی مانند چمکتا تھا۔'' (ترمذی)

فائدہ:

آپ ﷺ کی عظمت کا حال یہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی مجلس میں گردن جھکا کر بیٹھتے تھے، اور ان کے جسم کا کوئی رواں اور عضو حرکت نہیں کرتا تھا۔ انہی حضرات کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے سامنے ایسے بیٹھتے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں، لیکن ایسا کسی خوف سے نہیں بلکہ محبت کی عظمت کی وجہ سے تھا۔ اور اس وجہ سے بھی کہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک جمال وجلال کا حسین مرکب تھا۔

خوشی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کا جمال

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک میں اپنے پیچھے رہ جانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''جب میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا تو آپ کا چہرہ خوشی کی وجہ سے چمک رہا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خوش ہوتے تو آپ کا روئے انور یوں چمکتا تھا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو، جس سے ہمیں پتہ چل جاتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت خوش ہیں''۔ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشی کی حالت میں میرے پاس تشریف لاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور خوشی کی وجہ سے چمک رہا ہوتا تھا''۔ (بخاری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باریک ابرو اور کشادہ پیشانی کا جمال

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما اپنے ماموں سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی کشادہ اور ابرو باریک خمدار اور گنجان تھے، دونوں ابروؤں کے درمیان فاصلہ تھا، ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہیں تھے۔ اور ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصے کے وقت ابھر آتی تھی۔ ناک بلندی مائل تھی اور اس پر ایک نور چمکتا تھا جس کے سبب بے دھیانی سے دیکھنے والا سمجھتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناک بڑی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخسار مبارک ہموار اور ہلکے تھے۔ منہ مبارک فراخ تھا، اور دانت

چمک دار، باریک اور آب دار تھے اور سامنے کے دانتوں کے درمیان ہلکا ہلکا خلا بھی تھا جس سے خوبصورتی میں اضافہ ہوگیا تھا)۔" (ترمذی)

فائدہ:

یعنی ناک مبارک تناسب کے ساتھ بڑی تھی، بلند تھی، غیر مناسب انداز میں بڑی نہ تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منہ، آنکھیں مبارک اور ایڑیاں مبارک کا جمال

حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منہ مبارک کشادہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کی سفیدی میں سرخ ڈورے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایڑی مبارک پر گوشت تھا" یعنی تناسب کے ساتھ گوشت تھا۔ مراد یہ ہے کہ ایڑیاں بھی خوبصورت تھیں۔ (مسلم)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عرب کشادہ اور فراخ منہ والے کو پسند، جبکہ چھوٹے منہ والے کو ناپسند کرتے تھے۔ (شرح النووی علی مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی، کندھے اور قد مبارک کا جمال

حضرت ہند بن ابی ہالہ تمیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی فراخ اور کشادہ تھی"۔ (المعجم الکبیر)

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ صفات بیان فرماتے سنا: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قد مبارک میانہ لیکن لمبائی کی طرف مائل تھا۔ رنگ مبارک سفید اور شفاف تھا۔ آنکھوں کی پلکیں دراز تھیں۔ کندھے چوڑے تھے۔ پیشانی مبارک کشادہ تھی، میں نے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسا دیکھا اور نہ بعد میں۔'' (مسند الشامیین)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رخسار مبارک کا جمال

حضرت عامر اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دائیں بائیں سلام پھیر رہے تھے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھ رہا تھا، آپ کے رخسار مبارک سفید تھے''۔

(مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ناک مبارک کا جمال

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ناک بلندی کی طرف مائل تھی جس پر نور چمکتا تھا جس کے سبب بے دھیانی سے دیکھنے والا سمجھتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ناک بڑی ہے۔ (المعجم الکبیر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دانت مبارک کا جمال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے کے دانتوں میں تھوڑا سا فاصلہ تھا۔ بالکل ملے ہوئے نہیں تھے۔ جب

آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو آپ ﷺ کے دانتوں سے ایک نور نکلتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ (دارمی، طبرانی، بیہقی)

فائدہ:

دانتوں کے درمیان معمولی خلا ہونا خوبصورتی کی نشانی ہے جو فصاحت میں بھی مددگار رہے۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”آپ ﷺ کی گفتگو کو نور سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ آپ ﷺ کی گفتگو نور کی طرح ظاہر ہوتی تھی۔

آپ ﷺ کے سر مبارک کا جمال

حضرت محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

نبی کریم ﷺ کا سر مبارک بڑا اور آنکھیں بھی بڑی بڑی تھیں۔

(مسند احمد، شمائلِ ترمذی)

فائدہ:

عرب میں بڑے سر والے کو خوبصورت سمجھا جاتا ہے کیونکہ بڑا سر عظمت، سعادت اور سرداری کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کے بال مبارک کا جمال

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کوئی زلفوں والا سرخ لباس میں آنحضرت ﷺ سے زیادہ خوبصورت اور حسین نظر آتا ہو۔ آپ ﷺ کے بال مبارک کندھوں تک تھے۔ آپ ﷺ کے کندھے چوڑے تھے اور آپ ﷺ کا قد مبارک نہ تو بہت زیادہ لمبا تھا اور

نہ چھوٹا۔ (مسلم)

وضاحت: سرخ جوڑے سے مراد سرخ لکیروں والا جوڑا، خالص سرخ مراد نہیں جیسا کہ شراح حدیث نے لکھا ہے(۱)۔ واللہ اعلم

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ کے بالوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: آنحضرت ﷺ کے بال گھنے اور کندھوں اور کانوں کے درمیان تک تھے۔ آپ ﷺ کے بال نہ تو بالکل سیدھے تھے اور نہ تو بالکل گھنگر یالے۔ (مسلم)

فائدہ:

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ بال مبارک کٹواتے تو کانوں کے نصف تک چھوٹے کٹواتے تھے اور جب بال کٹوائے کچھ وقت گزر جاتا تو آپ ﷺ کے بال کانوں سے نیچے تک اور کبھی کندھوں تک آجاتے تھے۔

آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کا جمال

حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے: ''آنحضرت ﷺ کا سر مبارک بڑا اور داڑھی گھنی تھی''۔ (بیہقی)

۱۔ واعلم أن الحلة الحمراء عبارة عن ثوبين من اليمن، فيهما خطوط حمر وخضر (مرقاة المفاتيح ۳/ ۱۰۷۰)

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک سیاہ تھی۔

حضرت محمد بن الحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک گھنی تھی''۔

(مسند احمد)

فائدہ:

سر اور داڑھی میں کالے بال انسان کے حسن کی علامت ہیں۔ شاید راوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی حسن بیان کرنا چاہتے ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں کی سیاہی اخیر عمر تک قائم رہی۔ وفات کے وقت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اور داڑھی مبارک میں گنے چنے سفید بال تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ساٹھ سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال فرمایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اور داڑھی مبارک دونوں میں بیس بال بھی سفید نہ تھے''۔

(مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ساٹھ سال سے زیادہ عمر کو ذکر نہیں فرمایا۔ (یعنی صرف دہائیوں کو ذکر فرمایا اور اکائیوں کو چھوڑ دیا)۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ "شرح مشکل الآثار" میں تحریر فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ترینسٹھ سال کی عمر میں ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اور داڑھی مبارک میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔

(شرح مشکل الآثار)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیٹ اور سینہ مبارک کا جمال

حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ تمیمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اعضاء نہایت معتدل اور پُر گوشت تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم گٹھا ہوا (مضبوط) اور سینہ اور پیٹ برا بر تھا، لیکن سینہ مبارک چوڑا اور فراخ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے کشادہ تھے''۔ (الطبرانی فی الکبیر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں مبارک کا جمال

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک اور ہتھیلیاں پُر گوشت تھیں ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک خوبصورت تھا۔ نہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کوئی آپ جیسا دیکھا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک کشادہ تھے''۔ (بخاری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قد و قامت کا جمال

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رنگ مبارک کا حُسن و جمال

حضرت جُریری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے؟ انہوں نے فرمایا: ''جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ بہت سفید اور کچھ ملاحت لیے ہوئے تھا''۔ (مسلم)

شرح:

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوالطفیل کا انتقال سنہ ۱۰۰ھ میں ہوا۔ **(مسلم)**

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ میں سب سے آخر میں ان کا انتقال ہوا۔

اس حدیث مبارکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ مبارک بہت سفید بتایا گیا ہے۔ لیکن دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ سرخ وسفید تھا۔

حضرت ربیعہ بن ابی عبدالرحمن سے روایت ہے: میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ بیان فرماتے ہوئے سنا کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قد مبارک درمیانہ تھا۔ نہ بہت لمبا تھا اور نہ بہت چھوٹا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ مبارک صاف وشفاف تھا۔ نہ تو چونے کی طرح بالکل سفید تھے اور نہ سانولا پن محسوس ہوتا تھا۔ **(بخاری)**

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک ہتھیلیوں کا جمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے کسی ریشم وحریر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم وملائم نہیں پایا اور نہ ہی میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بو مبارک سے زیادہ خوشبودار کوئی خوشبو''۔ **(بخاری)**

فائدہ:

ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ جلد کا نرم اور ہڈیوں کا مضبوط ہونا بدن کی نرمی

اور قوت کی دلیل ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پہلی نماز ادا کی، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر والوں کی طرف تشریف لے چلے تو میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ہولیا۔ راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چند بچے ملے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باری باری سب بچوں کے گالوں پر ہاتھ پھیرا۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے رخساروں پر بھی ہاتھ پھیرا تو مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں کی ٹھنڈک اور خوشبو محسوس ہوئی اور ایسا لگا جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوشبو کے برتن سے اپنا ہاتھ نکالا ہو''۔ **(مسلم)**

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر نبوت کا جمال

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر مہر نبوت کو دیکھا تو (اس کا حجم) کبوتری کے انڈے کے برابر تھا''۔ **(مسلم)**

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں اپنی خالہ کے ہمراہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ میری خالہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بھانجے کو کچھ تکلیف ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میر لیے برکت کی دعا کی، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو فرمایا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو سے بچا ہوا پانی پیا۔ پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت کی جانب کھڑا ہوا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر مہر نبوت کو دیکھا جو آپ کے دونوں کاندھوں کے درمیان کبوتری کے انڈے

کی طرح تھی''۔ (متفق علیہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چال مبارک کا جمال

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب چلتے تو یوں لگتا جیسا کہ بلندی سے اتر رہے ہیں۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا نہ آپ سے پہلے دیکھا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد۔ (مسند احمد، ترمذی)

فائدہ:

نیچے اترنے کا مطلب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ تو بہت تیز چلتے تھے اور نہ بہت آہستہ، بلکہ درمیانی چال چلتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کسی کو تیز چلتے نہیں دیکھا۔ زمین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سمٹتی محسوس ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر کسی مشقت کے آرام سے چلتے اور ہم (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیز رفتاری کی وجہ سے) بمشکل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیتے تھے''۔ (ابن حبان)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن مبارک کی خوشبو کا جمال

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے، کچھ دیر دوپہر کو آرام فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسینہ آیا تو میری والدہ ایک شیشی لے آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ مبارک اس میں جمع کرنے لگیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے ام سُلیم! یہ کیا کر رہی ہو'' میری والدہ نے جواب دیا: یارسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ ہے۔ اسے ہم اپنی خوشبو میں ملائیں گے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ تمام عطروں اور خوشبوؤں میں سب سے زیادہ عمدہ اور خوشبودار ہے"۔ (مسلم)

حضرت ثابت حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: "میں نے مشک وعنبر اور کسی خوشبو کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو سے زیادہ خوشبو دار نہیں پایا۔ اور نہ ہی میں نے حریر و ریشم یا کسی اور چیز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نرم وملائم پایا"۔ (مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسکراہٹ اور تبسم کا جمال

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی اس طرح منہ کھول کر ہنستے نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلق مبارک کا اندرونی حصہ نظر آنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف تبسم فرمایا کرتے تھے۔

(بخاری)

حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں نے حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھنے کا موقع ملا ہے؟ فرمایا ہاں بہت مرتبہ موقع ملا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز فجر کے بعد سورج نکلنے تک مصلے پر ہی تشریف فرما رہتے، جب سورج طلوع ہو جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد سے تشریف لے چلتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باتوں میں مشغول ہوتے اور زمانہ جاہلیت کی باتیں کر کر کے ہنستے رہتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مسکراتے رہتے"۔ (مسلم)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''یہودیوں کے ایک بڑے عالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے'' اے محمد! ہم نے (اپنی کتابوں میں) پڑھا ہے کہ اللہ تعالی آسمانوں اور زمین کو اپنی ایک انگلی پہ کرلیں گے۔ درختوں کو ایک انگلی پہ، سمندروں اور تحت الثری کو ایک انگلی پر اور تمام مخلوقات کو ایک انگلی پہ کرلیں گے اور پھر فرمائیں گے میں بادشاہ ہوں''۔

وضاحت: حدیث بالا میں جو اللہ تعالی کے لئے انگلیوں کا ذکر ہے اس سے جسمانی انگلیاں مراد نہیں، اللہ بے مثل ہے، جسم سے پاک ہے،

لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَىْءٌ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ ﴿١١﴾

(سورہ شوریٰ، آیت ۱۱)

پس اس کا جو معنی اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ہے اس پر ایمان لانا فرض ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عالم کی بات کی تصدیق کرتے ہوئے ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھیں مبارک ظاہر ہوگئیں اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَمَا قَدَرُوا۟ ٱللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِۦ وَٱلْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ وَٱلسَّمَٰوَٰتُ مَطْوِيَّٰتٌۢ بِيَمِينِهِۦ ۚ سُبْحَٰنَهُۥ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٦٧﴾

(سورہ زمر، آیت ٦٧)

انہوں نے اللہ تعالی کی قدر کا حق ادا نہیں کیا حالانکہ

ساری زمین قیامت کے دن اس کی ایک مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ اس بات سے پاک ہے جو لوگ اس کا شریک بتلاتے ہیں۔ (بخاری)

فائدہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں پیچھے گزرا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منہ کھول کر نہیں ہنستے تھے، جبکہ اس حدیث مبارکہ میں داڑھیں ظاہر ہونے کا ذکر ہے لیکن ان احادیث میں تعارض نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے صرف اپنے سامنے منہ کھول کر ہنسنے کی نفی کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زیادہ تر معمول تبسم ہی کا تھا البتہ بعض احادیث میں ہنسنے کا ذکر بھی ہے۔ اور کبھی کبھار ہنسنا معیوب نہیں ہے۔ البتہ اس میں کثرت درست نہیں کیوں کہ یہ انسان کے وقار کے خلاف ہے۔ (فتح الباری)

علامہ ابن بطّال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں وہی کام کرنا چاہیے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا یعنی ہمارا معمول یہی ہو کہ ہم مسکرائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو کا جمال

اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو صاف صاف اور الگ الگ ہوتی تھی۔ جو بھی سنتا، آسانی سے سمجھ لیتا“۔ (ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم لوگوں کی طرح

مسلسل اور جلدی جلدی گفتگو نہیں فرماتے تھے بلکہ آپ ﷺ کی گفتگو صاف اور ہر بات دوسری بات سے ممتاز اور جدا جدا ہوتی تھی۔ جو بھی آپ ﷺ کی صحبت میں بیٹھتا، باسانی آپ ﷺ کے ارشادات کو ذہن نشین کر لیتا تھا"۔ (متفق علیه)

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے: آنحضرت ﷺ جب گفتگو فرماتے تو اتنی صاف اور آہستہ ہوتی تھی کہ اگر کوئی شخص اس کے حروف گننا چاہتا تو آسانی سے شمار کر سکتا تھا۔ (فتح الباری)

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اتنی آہستہ گفتگو فرماتے تھے کہ سننے والے کو باسانی سمجھ آ جاتی تھی۔ آپ ﷺ تیز تیز گفتگو نہیں فرماتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کی آواز کا جمال

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آنحضرت ﷺ کو نماز عشاء میں سورۃ التین والزیتون کی تلاوت فرماتے سنا۔ میں نے آنحضرت ﷺ سے اچھی قراءت کرنے اور خوبصورت آواز میں پڑھنے والا کوئی نہیں سنا۔"

(متفق علیه واللفظ للبخاری)

فائدہ:

شمائل ترمذی میں حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول منقول ہے کہ: "اللہ تبارک

وتعالی جو نبی بھی بھیجتے ہیں وہ خوبصورت چہرے اور اچھی آواز والا ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالی نے تمہارے نبی ﷺ کو بھیجا تو انہیں بھی حُسن صوت اور خوبصورت چہرے کے ساتھ مبعوث فرمایا"۔ (شمائل ح:317)

احادیث میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی آواز مبارک جہاں پہنچتی تھی، عام آدمی کی آواز وہاں تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔

چنانچہ بیہقی میں ہے کہ آنحضرت ﷺ بیان فرماتے تو خیموں میں بیٹھی خواتین بھی آپ ﷺ کی بات سن لیتی تھیں۔

حضرت ابن رواحہ تمیمی رضی اللہ عنہ نے ایک بار سنا کہ آپ ﷺ نے منبر پر ارشاد فرمایا: "بیٹھ جاؤ"۔ پس وہ اسی جگہ بیٹھ گئے۔

سُنن ابن ماجہ میں ہے:

"جب آنحضرت ﷺ رات کے وقت بیت اللہ میں تلاوت فرماتے تو حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا اپنے گھر میں آپ ﷺ کی قراءت سن لیا کرتی تھیں۔





چوتھا باب:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جمالِ سیرت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخاطب ہونے کا جمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی بات ارشاد فرماتے تو اسے تین مرتبہ دہراتے، یہاں تک کہ سننے والا اسے اچھی طرح سمجھ لیتا۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے پاس تشریف لاتے اور سلام کرتے تو تین مرتبہ سلام کرتے"۔ (بخاری)

فائدہ:

علماء نے تین مرتبہ سلام کرنے کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ:
پہلا سلام سنانے کے لیے، دوسرا سلام متنبہ کرنے کے لیے اور تیسرا سلام تفکر کی وجہ سے ہوتا تھا۔
اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی چیز کا تکرار مقصود ہو تو تین مرتبہ دہرانا کافی ہے۔
اور تین دفعہ دہرانے سے مراد یہ ہے کہ اگر سامعین زیادہ ہوتے، یا مشکل بات ہوتی تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلام کو تین مرتبہ دہراتے تھے، ہمیشہ کا یہ معمول نہیں تھا۔ مواہب لدنیہ میں ہے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بات کو تین مرتبہ

اس لیے دہراتے تھے کہ سننے والا بات کو اچھی طرح سمجھ لے اور اس کے ذہن میں راسخ ہو جائے۔ اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی امت پر بے انتہاء شفقت اور محبت کی دلیل ہے۔

یہ حدیث مبارکہ اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ استاذ کو چاہئے کہ سبق آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھائے۔ طلبہ کو سبق ذہن نشین کرانے میں اپنی تمام کوششیں صرف کرے اور اچھی طرح سمجھانے کے لیے بات کو تین مرتبہ دوہرائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فصاحت و بلاغت کا جمال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”مجھے دوسرے انبیاء پر چھ چیزوں کے ذریعے فضیلت عطا فرمائی گئی ہے۔

مجھے جامع کلمات (بہترین گفتگو کا ملکہ) عطا فرمائے گئے۔

مجھے رعب عطا فرما کر میری مدد کی گئی۔

میرے لیے مال غنیمت حلال کیا گیا۔

میرے لیے تمام روئے زمین کو (تیمم کے لیے) پاک اور مسجد بنا دیا گیا کہ جہاں چاہے نماز پڑھ لوں۔

د۔ مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔

میرے بعد انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا"۔ (مسلم)

شرح:

آنحضرت ﷺ کو جامع کلمات عطاء کیے جانے کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک بہت مختصر جملے میں بڑے بڑے معانی بیان فرما دیتے تھے اور آپ ﷺ کا ہر جملہ اپنے اندر معانی کا ایک سمندر رکھتا تھا۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمالیں:۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

قل آمنت باللہ ثم استقم

تو کہہ کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر ثابت قدمی سے ڈٹ جا۔

نیز ارشاد ہے:

إنما الأعمال بالنيات

اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے۔

نیز ارشاد ہے:

أن تعبد الله كأنك تراه، فإن لم تكن تراه فإنه يراك.

تو اپنے رب کی اس طرح عبادت کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے، اگر تو اپنے رب کو نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ (مسلم)

کتب احادیث کے اندر نبی کریم ﷺ کے اس قسم کے بہت سے فرامین اور ارشادات موجود ہیں جن کے ایک ایک لفظ اور حرف میں ہزار ہا

معانی پوشیدہ ہیں۔ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیا کا جمال

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باپردہ کنواری لڑکی سے زیادہ حیا والے تھے''۔ (بخاری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عدل وانصاف کا جمال

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں فتح مکہ کے موقع پر ایک خاتون نے چوری کی۔ لوگ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے اور ان سے درخواست کی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس خاتون کی سفارش کریں (کہ اس پر حد جاری نہ کی جائے) حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں بات شروع کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ تبدیل ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اسامہ! کیا تم اللہ کی قائم کردہ حد کے بارے میں مجھ سے سفارش کر رہے ہو؟'' حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کیجئے۔ پھر جب عشاء کا وقت ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا:

لوگو! تم سے پہلی امتیں اس لیے ہلاک ہوئیں کہ جب ان

کے معزز لوگ چوری کرتے تو وہ ان کو سزا نہ دیتے تھے، اور جب کم حیثیت والے اور غریب لوگ چوری کرتے تو ان پر حد قائم کر دیتے تھے۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے گی تو میں اس کا ہاتھ بھی ضرور کاٹوں گا۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خاتون کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ اس کے بعد اس خاتون نے توبہ کی اور شادی کر لی۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ یہ خاتون اس کے بعد آتی تھیں اور میں اس کی ضروریات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیان کرتی تھی (اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں پورا فرما دیتے تھے)''

(بخاری)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان (مالِ غنیمت) تقسیم فرما رہے تھے کہ عبداللہ بن ذی خویصرہ تمیمی آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! عدل کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''افسوس اگر میں ہی عدل نہ کروں تو پھر کون عدل کرے گا؟'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں، میں اس منافق کی گردن اڑا دوں'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر (رضی اللہ عنہ)! اسے چھوڑ دو۔ بے شک اس کے ساتھی ایسے ہونگے جن کی نماز (کے تو خشوع و خضوع) کو دیکھ کر تم لوگ اپنی نمازوں کو (خشوع) میں کمتر

سمجھو گے لیکن وہ لوگ دین میں سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار میں سے گزر کر باہر نکل جاتا ہے۔ (بخاری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت کا جمال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے۔ ماہ رمضان میں جب حضرت جبریل امین علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قرآن کریم کے دور کے لیے تشریف لاتے تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت کے کیا کہنے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیز ہوا سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔ (متفق علیہ)

فوائد:

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت زیادہ سخی تھے اور بالخصوص رمضان المبارک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت بہت زیادہ بڑھ جاتی تھی۔

دوسری بات یہ کہ اس حدیث مبارکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت کو ہوا سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جیسے ہوا ہر خاص وعام کے لیے مفید ہے اور اس کا نفع فوری پہنچتا ہے، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کی ہوا بھی ہر خاص وعام کے لیے مفید اور نافع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت مردہ دلوں کو زندہ کرتی ہے اور ہوا مردہ زمین کو زندہ کر کے اسے ہریالی عطا کرتی ہے۔

رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت دو وجہ سے بڑھ جاتی تھی۔ ایک تو رمضان المبارک کے مقدس اور بابرکت مہینے کی وجہ سے۔ اور دوسرے

حضرت جبریل علیہ السلام کی ملاقات اور ان کے ساتھ قرآن کریم کے دور کی وجہ سے۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حدیث مبارکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ سخی تھے اور پھر ان کی سخاوت کی کثرت کو نفع بخش بارش لانے والی ہوا سے تشبیہ دی مطلق ہوا سے نہیں۔ کیوں کہ ہوا کی کئی قسمیں ہوتی ہیں۔ بعض ہوائیں رکی ہوئی ہوتی ہیں اور بعض ہوائیں جھکڑوں اور آندھی کی صورت میں چلتی ہیں اور نقصان پہنچاتی ہیں اور بعض ہوائیں نفع بخش ہوتی ہیں جو زمین کو زندگی، ہریالی اور رونق ملنے کا سبب بنتی ہیں۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت کو نفع بخش ہوا کے ساتھ تشبیہ دی گئی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ

(سورۃ اعراف، آیت ۵۷)

اور وہی ہے جو خوشخبری لانے والی ہوائیں چلاتا ہے۔

جس طرح نفع بخش ہوا اور بارش کا نفع دائم ہوتا ہے، ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت بھی رمضان بھر جاری رہتی تھی اور اس میں انقطاع نہیں ہوتا تھا۔ اور پھر حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''أَجْوَد'' کہا گیا۔ جس کا مطلب ہے سب سے بڑا سخی۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث مبارکہ سے درج ذیل فوائد حاصل ہوئے۔

① ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے انتہا سخی تھے۔

۲۔ رمضان المبارک میں بہت زیادہ سخاوت کرنی چاہیے۔

۳۔ نیک لوگوں سے ملاقات کے بعد نیکی اور سخاوت میں پہلے کی نسبت اضافہ ہو جاتا ہے۔

۴۔ قرآن کریم کا دور مستحب ہے۔ (شرح النووی علی مسلم)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی چیز کا سوال کیا گیا ہو اور آپ نے دینے سے انکار فرما دیا ہو''۔ (مسلم)

حضرت موسیٰ بن انس اپنے والد رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

''اسلام کے نام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جس چیز کا بھی سوال کیا جاتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا فرما دیتے''۔ وہ فرماتے ہیں کہ: ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بکریوں کا ایک ریوڑ عطاء فرمایا جو دو پہاڑیوں کے درمیان پھیلا ہوا تھا۔ وہ شخص اپنے قبیلے میں واپس گیا تو کہنے لگا: ''لوگوں اسلام قبول کرلو۔ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بندے کو اس طرح نوازتے ہیں کہ فقر وفاقہ سے نہیں ڈرتے''۔ (مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نومسلموں پر سخاوت کا جمال

غزوہ حنین کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم فرمانے میں دینی مصلحت کو سامنے رکھتے ہوئے بعض کو بعض پر ترجیح دی، بعض کو زیادہ عنایت فرمایا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اقرع بن حابس اور عیینہ وغیرہ

حضرات کو سو اونٹ عطاء فرمائے۔ اور بھی کئی اشرافِ عرب کو آپ ﷺ نے دوسرے حضرات سے زیادہ عطا فرمایا۔ یہ منظر دیکھ کر ایک شخص نے کہا: ''خدا کی قسم اس تقسیم میں نہ انصاف کیا گیا ہے اور نہ اس سے اللہ کی رضا مطلوب ہے''۔ راوی کہتے ہیں: میں نے اس شخص سے کہا کہ خدا کی قسم! میں نبی کریم ﷺ کو یہ بات ضرور بتاؤں گا چنانچہ میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اگر اللہ اور اس کا رسول ہی عدل نہ کریں تو پھر کون عدل کرے گا؟ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائیں، انہیں ان کی قوم کی طرف سے اس سے بھی زیادہ ایذاء پہنچائی گی لیکن انہوں نے صبر کیا''۔

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بارہ افراد ذکر کیے ہیں جنہیں سو سو اونٹ عطاء کئے گئے۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام)

آنحضرت ﷺ کا اپنے گھر والوں کے ساتھ حسن سلوک کا جمال

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سب سے زیادہ بہتر وہ شخص ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ بہتر سلوک کرتا ہو، اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ تم سب سے اچھا اور بہتر سلوک کرتا ہوں''۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

آپ ﷺ کے اعلیٰ ترین اخلاق میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ اپنے گھر والوں کے ساتھ حسنِ معاشرت اور خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے، ان کے ساتھ ہنسی مذاق اور دل جوئی بھی فرماتے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اظہارِ محبت کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ بھی لگائی۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے میرے ساتھ دوڑ لگائی تو میں دوڑ میں آگے نکل گئی۔ کیونکہ اس وقت میں دبلی پتلی تھی۔ پھر کچھ عرصہ بعد دوسری مرتبہ دوڑ کا مقابلہ ہوا تو آنحضرت ﷺ سبقت لے گئے۔ کیونکہ اس وقت میرا جسم بھاری ہو چکا تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''آج میرا آگے نکل جانا اس دن تمہارے آگے نکل جانے کا بدلہ ہے''۔

بسا اوقات آپ ﷺ کی تمام ازواج رضی اللہ عنہن اس گھر میں جمع ہو جاتیں جہاں آپ ﷺ نے رات بسر فرمائی ہوتی۔ پھر آپ ﷺ سب ازواج رضی اللہ عنہن کے ساتھ کھانا تناول فرماتے اور اس کے بعد وہ اپنے اپنے گھروں کو تشریف لے جاتیں۔ آپ ﷺ ازاواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ سوتے تو قمیص مبارک اتار دیتے اور صرف تہبند میں ساتھ سوتے۔ آپ ﷺ عشاء پڑھ کر گھر تشریف لاتے تو سونے سے پہلے گھر والوں کے ساتھ دل لگی کی باتیں کرتے۔ ارشار باری تعالیٰ ہے:

لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

(سورہ الاحزاب، آیت ۲۱)

تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین

نمونہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''میری کچھ سہیلیاں تھیں جن کے ساتھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آنے کے بعد بھی کھیلا کرتی تھی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر غائب ہو جاتیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں دوبارہ میرے پاس بھیج دیتے، اور وہ میرے ساتھ کھیلتی رہتیں''۔ (متفق علیہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنی چادر اوڑھائی اور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے کھڑی ہو کر ان حبشیوں کو دیکھنے لگی جو مسجد نبوی میں (جنگی) کھیل کھیل رہے تھے۔ (میں بہت دیر تک دیکھتی رہی) یہاں تک کہ میں خود ہی اُکتا گئی (لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی اکتاہٹ کا اظہار نہیں فرمایا)''۔

آپ خود اندازہ لگائیں کہ ایک نوعمر بچی جو کھیل کود کا شوق رکھتی ہو وہ کتنی دیر تک یہ کھیل دیکھتی رہی ہو گی۔ (متفق علیہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے گھر والوں پر خرچ کرنے کا جمال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''وہ دینار جو تم اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور وہ دینار جو تم کسی غلام کو آزاد کرانے میں خرچ کرو اور وہ دینار جو تم کسی مسکین پر خرچ کرو، اور وہ دینار جو تم اپنے گھر والوں پر خرچ کرو، ان سب میں اس دینار کا اجر سب

سے زیادہ ہے جو تم نے اپنے اہل و عیال پر خرچ کیا ہے''۔ (مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواتین کے ساتھ نرمی کا جمال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اُسے چاہیے کہ جب کوئی امر درپیش ہو تو بھلائی کی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔ اور تم خواتین کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے رہو۔ بے شک عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، اور پسلیوں میں سب سے ٹیڑھی پسلی اوپر والی ہوتی ہے، اگر تم اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ بیٹھو گے۔ اور اگر اسے اس کے حال پر چھوڑ دو گے تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔ لہٰذا تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہو''۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کوئی مسلمان اپنی بیوی کو خود سے علیحدہ نہ کرے۔ اگر اس میں بری عادتیں ہیں تو اچھی عادتیں بھی ہوں گی۔

(مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عام صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نرمی کا جمال

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ ٱلْقَلْبِ لَٱنفَضُّواْ مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَٱعْفُ عَنْهُمْ وَٱسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِى ٱلْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُتَوَكِّلِينَ ﴿١٥٩﴾ (سورہ آل عمران، آیت ۱۵۹)

اللہ ہی کی رحمت ہے کہ آپ ان کے لیے نرم ہیں۔ اگر آپ ﷺ تندخو اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ ﷺ کے پاس سے منتشر ہو جاتے۔ آپ انہیں معاف کر دیں اور ان کے لیے استغفار کریں اور ان کے ساتھ کاموں میں مشورہ کرتے رہیں۔ اور جب آپ (کسی کام پر عمل کے لیے) پختہ اراہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ کریں۔ بے شک اللہ تبارک و تعالی بھروسہ کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

اور ارشاد ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِٱلْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾ (سورہ توبہ، آیت ۱۲۸)

تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آئے ہیں۔ جو تمہیں تکلیف پہنچتی ہے وہ ان پر شاق گزرتی ہے۔ تمہاری خیر خواہی کے لیے حریص ہیں اور مومنین کے لیے نہایت

شفیق اور مہربان ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے خادموں کے ساتھ حسن سلوک کا جمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے دس برس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی مجھے اُف تک نہیں فرمایا۔ اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ تم نے فلاں کام کیوں کیا، یا فلاں کام کیوں نہیں کیا''۔ (متفق علیہ)

آپ رضی اللہ عنہ ہی کا ارشاد ہے: ''میں نے نو سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی، مجھے یاد نہیں کہ ان نو برسوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے کبھی یہ فرمایا ہو کہ تم نے فلاں کام اس طرح کیوں کیا، اور نہ ہی کبھی کسی بات پر مجھے بُرا بھلا کہا''۔ (مسلم)

حضرت واصل اَحدَب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معرور بن سوید نے فرمایا:- ''رَبَذَہ'' کے مقام پر میری حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ جیسی پوشاک حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے خود زیب تن کی ہوئی تھی ویسی ہی پوشاک ان کے خادم نے بھی پہنی ہوئی تھی۔ جب میں نے ان سے اِس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ: ایک مرتبہ کسی (غلام) سے ان بن کے دوران میں نے اسے اس کی ماں کا طعنہ دے دیا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

ابوذر! تم نے اِسے اسکی ماں کے بارے میں شرم دلائی

ہے؟۔تم میں ابھی تک جاہلیت کا اثر باقی ہے۔تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں جنہیں اللہ تعالی نے تمہارا ماتحت بنایا ہے، پس اپنے ماتحت بھائیوں کو وہی کچھ کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو، ویسا ہی لباس پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو، اور اُن سے اُن کی طاقت سے زیادہ کام نہ لو۔ اور اگر ایسا کام پیش آہی جائے جو ان کی طاقت سے زیادہ ہو تو اس کام میں ان کی مدد کرو۔ (متفق علیہ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بردباری کا جمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں سب سے اچھے اخلاق والے تھے۔ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کسی کام کے لیے بھیجا تو میں نے کہا! واللہ میں نہیں جاؤں گا لیکن میرے دل میں یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے جہاں جانے کا حکم دیا ہے میں وہاں ضرور جاؤں گا۔ چنانچہ میں گھر سے نکلا تو راستہ میں کچھ بچے نظر آئے جو بازار میں کھیل رہے تھے، (میں وہاں کھڑا ہو کر انہیں دیکھنے لگا) اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پیچھے وہاں تشریف لائے اور مجھے گُدی سے پکڑ لیا۔ جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس رہے تھے اور (نہایت پیار سے) فرمانے لگے: ''اے چھوٹے سے انس! کیا تم وہاں گئے تھے جہاں میں نے تمہیں بھیجا تھا؟'' میں نے کہا: جی ہاں یارسول اللہ میں جاتا ہوں۔ (مسلم)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کام کے دو پہلوؤں میں سے اُس کو اختیار فرماتے جو آسان ہوتا، بشرطیکہ اس میں گناہ نہ ہوتا۔ اگر گناہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بہت دور رہتے تھے۔ اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے انتقام لیا، الاّ یہ کہ اللہ تعالی کی مقرر کردہ حدوں کو پامال کیا جائے۔ (متفق علیہ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جا رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موٹے کناروں والی نجرانی چادر لی ہوئی تھی ۔ راستے میں ایک اعرابی (دیہاتی) آیا اور اس نے چادر پکڑ کر اتنی زور سے کھینچی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن مبارک پر نشانات پڑ گئے، اور کہنے لگا: ''اے محمد! جو مال اللہ نے دیا ہے اس میں سے مجھے بھی دو''۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہو کر مسکرائے اور اسے مال عطاء کرنے کا حکم فرمایا۔ (بخاری)

عام لوگوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نرمی کا جمال

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کی نماز سے فارغ ہو جاتے تو اہلِ مدینہ کے خدّام (حصول برکت کیلئے) پانی کے برتن لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر برتن میں اپنا دست مبارک ڈالتے جاتے۔ بسا اوقات تو سخت سردی کے موسم میں بھی لوگ آ جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے برتنوں میں اپنا دست

مبارک ڈال دیتے"۔ (مسلم)

فائدہ:

اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ لوگوں سے کس قدر میل جول رکھتے تھے اور کس قدر اِن کے قریب رہتے تھے۔ اس طرح ہر حق دار اپنا حق آسانی سے وصول کر سکتا تھا اور ہدایت کے طالب آنحضرت ﷺ کے افعال وحرکات کا مشاہدہ کرنے کے بعد ان پر عمل پیرا ہو کر ہدایت حاصل کر سکتے تھے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ لوگوں کی مصلحت کی خاطر خود مشقت برداشت کر لیا کرتے تھے۔ اور حصول برکت کی غرض سے آنے والوں کے پانی میں ہاتھ ڈال دیا کرتے تھے۔

(شرح النووی علی مسلم)

آپ ﷺ کا بچوں پر شفقت کا جمال

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیا۔ پاس ہی حضرت اقرع بن حابس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا: میرے دس بچے ہیں میں نے ان میں سے کبھی کسی کو بوسہ نہیں دیا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا:

جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔ (متفق علیہ)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: "ایک اعرابی (دیہاتی) آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا کہ آپ ﷺ بچوں کو پیار کرتے ہیں مگر ہم نے کبھی نہیں کیا۔ نبی کریم ﷺ نے جواب دیا: اگر

اللہ نے ہی تمہارے دل سے رحمت وشفقت کو چھین لیا ہے تو میں کیا کرسکتا ہوں''۔ (بخاری)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاح کا جمال

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ہمارے ساتھ ہنسی مذاق اور خوش طبعی بھی فرماتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''خوشی اور مزاح میں بھی میرے منہ سے حق اور سچ بات ہی نکلتی ہے۔"

(مسند احمد، سنن الترمذی، الادب المفرد للامام البخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سواری کا جانور مانگا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا:''میں تمہیں اونٹنی کا بچہ دوں گا''۔ وہ شخص کہنے لگا: یارسول اللہ! اونٹنی کے بچے کا میں کیا کروں گا؟ (یعنی اس پر سواری وغیرہ تو نہیں ہو سکتی) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر اونٹ کسی اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔ (مسند احمد، ابو داود، ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''زاہد نامی رضی اللہ عنہ ایک دیہاتی شخص جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ہدایا پیش کیا کرتے تھے اور جب وہ جہاد میں جاتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو

زادِراہ مہیا کر دیتے تھے۔ حضرت زاہد رضی اللہ عنہ شکل وصورت کے اچھے نہیں تھے، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے بہت محبت فرماتے تھے۔ ایک روز وہ بازار میں سامان فروخت کر رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیچھے سے تشریف لائے اور انہیں اپنے بازوؤں کے حلقے میں پکڑ لیا۔ پیچھے ہونے کی وجہ سے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانا نہیں، لہٰذا کہنے لگے کون ہو؟ مجھے چھوڑ دو۔ لیکن جب دیکھا کہ پیچھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو خود کو چھڑانے کی کوشش ترک کر دی، اور (برکت کیلئے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ مبارک کے ساتھ اپنی پشت لگانے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا: ''اس غلام کو کون خریدے گا؟''۔ حضرت زاہد رضی اللہ عنہ کہنے لگے: یارسول اللہ میری قیمت بہت کم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''لیکن اللہ کے نزدیک تمہاری قیمت کم نہیں''۔ یا فرمایا کہ: ''اللہ کے نزدیک تمہاری بہت قیمت ہے''۔

(مسند احمد، عبدالرزاق، بیہقی فی الکبری)

ماؤں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کا جمال

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بسا اوقات میں نماز شروع کرتا ہوں تو لمبی نماز پڑھانے کا ارادہ ہوتا ہے۔ لیکن نماز کے دوران کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اس کی ماں کا خیال آتا ہے اور میں نماز کو مختصر کر دیتا ہوں۔

(متفق علیہ)

کمزور لوگوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نرمی کا جمال

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمزور لوگوں کے پاس تشریف لاتے اور ان سے ملتے، اگر ان میں سے کوئی بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کرتے اور اگر فوت ہو جاتا تو جنازے میں تشریف لاتے''۔ (حاکم)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی فرماتے ہیں: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثرت سے ذکر فرماتے، بے کار بات نہ کرتے، لمبی نماز پڑھتے، اور مختصر بیان فرماتے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمزور اور غریب لوگوں کی ضرورت پوری کرنے کے لیے ان کے ساتھ چلنے میں کسی قسم کی عار محسوس نہ کرتے''۔

(سنن دارمی)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلاموں اور باندیوں پر رحم وکرم کا جمال

حضرت سلاّم بن عمرو رضی اللہ عنہ ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

> ''غلام اور خدام تمہارے بھائی ہیں، ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، اور جو کام تمہیں مشکل لگتا ہو اس میں ان سے مدد لو اور جو کام اُن کے لیے مشکل ہو اس میں ان کا ہاتھ بٹاؤ''

(الادب المفرد، مسند احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''غلام کو کھانا اور لباس دو، اور اس سے اس کی طاقت سے زیادہ کام نہ لو''۔ (مسلم)

آپ ﷺ کا بچوں سے اُنسیت کا جمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

آنحضرت ﷺ نے بہت خوش اخلاق تھے۔ میرے ایک چھوٹے بھائی جن کو اُبوعمیر کہہ کر پکارا جاتا تھا (اس نے ایک بلبل پالا ہوا تھا جس سے وہ کھیلتا رہتا تھا، ایک روز وہ بلبل مر گیا جس کی وجہ سے ابوعمیر بہت غمگین اور اُداس ہوئے)۔ نبی کریم ﷺ تشریف لاتے تو (ان سے دل لگی اور ان کا غم ہلکا کرنے کے لیے ان سے) فرماتے: ''ابوعمیر! تمہارے چھوٹے بلبل کا کیا ہوا؟''۔

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ آنحضرت ﷺ ہمارے گھر تشریف فرما ہوتے اور نماز کا وقت آجاتا تو جس چٹائی پر آرام فرما ہوتے اُسے اٹھانے کا حکم دیتے۔ پھر جھاڑو لگا کر پانی چھڑک دیا جاتا۔ اور پھر آپ ﷺ کھڑے ہو کر ہمیں نماز پڑھا دیتے۔ (بخاری)

فوائد:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے درج ذیل فوائد حاصل ہوئے:

۱۔ بے اولاد چھوٹے بچے کی کنیت رکھنا بھی جائز ہے۔

۲۔ مذاق جائز ہے بشرطیکہ فحش اور جھوٹ نہ ہو۔

۳۔ ناموں کی تصغیر بنانا جائز ہے (جیسے آپ ﷺ نے بلبل کو بلبلی فرمایا)۔

۴۔ بچوں کا پرندوں سے کھیلنا(۱) اور والدین کا اس کی اجازت دینا جائز ہے۔

۵۔ بغیر تکلف کے بات کو مقفّع مسجّع کرنا جائز ہے۔

۶۔ بچوں کے ساتھ شفقت ومحبت کا معاملہ کرنا آپ ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔

۷۔ نیز حدیثِ مذکور سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ اخلاق حسنہ، جود وکرم اور تواضع کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، اور آپ ﷺ اپنے رشتہ داروں کی ملاقات اور خبر گیری کے لیے بھی تشریف لے جاتے تھے کیونکہ ابو عمیر کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی قریبی رشتہ دار تھیں۔ (شرح النووی علی صحیح مسلم)

حیوانات کے ساتھ آپ ﷺ کے حُسنِ سلوک کا جمال

حضرت سہل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کا گزر ایک اونٹ کے پاس سے ہوا جس کا پیٹ اس کی کمر سے لگا ہوا تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان بے زبان چوپایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ ان پر اچھے انداز میں سواری

۱۔ بشرطیکہ پرندوں کو تکلیف نہ پہنچے تو جائز ہے۔

کرو، اور اچھے انداز میں (ذبح کر کے) انہیں کھاؤ"۔

(سنن ابی داود)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے سوار کر لیا اور میرے کان میں کچھ سرگوشی فرمائی جو میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضائے حاجت کے وقت پردے کیلیے درختوں کے جھنڈ کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (قضائے حاجت کے ارادے سے) ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے۔ وہاں ایک اونٹ تھا۔ جیسے ہی اونٹ کی نظر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر بلبلایا اور اس کی آنکھیں بہہ پڑیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سر پر دستِ شفقت پھیرا تو وہ چپ ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: "یہ کس کا اونٹ ہے؟ اس کا مالک کون ہے؟" ایک انصاری نوجوان نے آگے بڑھ کر کہا: یارسول اللہ! یہ میرا اونٹ ہے"۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس جانور کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے جس نے تمہیں اس کا مالک بنایا ہے؟ یہ مجھ سے تمہاری شکایت کر رہا ہے کہ تم اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈال کر اسے تھکا دیتے ہو اور اسے بھوکا رکھتے ہو"۔ (ابوداؤد، ابویعلی، حاکم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اونٹ بندھا ہوا دیکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اس سواری کا مالک

کہاں ہے؟ سب خاموش رہے کوئی بھی نہ بولا۔ آپ ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر دیکھا تو وہ اونٹ اسی طرح بندھا ہوا تھا۔

آپ ﷺ نے دوبارہ دریافت فرمایا کہ اس سواری کا مالک کون ہے؟ اس اونٹ کے مالک نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ! یہ میری سواری ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس جانور کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے ؟ یا تو اسے باندھو تو اس کے چارے کا انتظام کرو یا پھر اسے کُھلا چھوڑ دو تا کہ وہ اپنی خواہش کے مطابق چر سکے''۔ (طبرانی)

حضرت شداد بن اَوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ سے دو باتیں سیکھی ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ ہر چیز کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر (قصاص وغیرہ میں) قتل کرو تو اچھے انداز سے قتل کرو۔ اگر ذبح کرو تو اچھے انداز سے ذبح کرو۔ اور اپنی چھریاں تیز رکھا کرو تا کہ ذبح ہونے والے جانور کے لیے آسانی رہے۔ (مسلم)

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے کہ وہ لوگ اپنی سواریوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ

ﷺ نے ان سے فرمایا: "ان پر اچھے انداز سے سواری کرو اور پھر انہیں اچھے انداز سے چھوڑ دو۔ اور انہیں راستہ اور بازار میں باتیں کرنے کے لیے کرسیاں نہ بناؤ (کہ کرسیوں کی طرح ان پر بیٹھے رہو)۔ کیونکہ کئی سواریاں سواروں سے بہتر ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا زیادہ ذکر کرتی ہیں۔ (مجمع الزوائد)

آپ ﷺ کے زہد کا جمال

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''آنحضرت ﷺ کے گھر والوں نے، جب سے مدینہ آئے ہیں آنحضرت ﷺ کی وفات تک، کبھی تین دن مسلسل گندم کے کھانے سے پیٹ نہیں بھرا''۔ (متفق علیہ)

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا: ''میرے بھانجے! ہم کبھی کبھی لگاتار دو مہینوں میں تین چاند دیکھ لیتے تھے اور نبی کریم ﷺ کے گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ پھر آپ لوگ زندہ کیسے رہتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: کھجور اور پانی (یہی کچھ کھا پی کر ہم زندہ رہتے تھے) البتہ آنحضرت ﷺ کے کچھ انصاری پڑوسی تھے جن کے پاس دودھ دینے والے جانور تھے، وہ آپ ﷺ کے لیے بطور ہدیہ دودھ بھیجا کرتے تھے اور اس میں سے آپ ﷺ ہمیں بھی عطاء فرماتے تھے''۔ (بخاری)

ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت (وراثت میں) درہم و دینار، غلام و باندیاں نہیں چھوڑیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف ایک سفید خچر، کچھ ہتھیار اور تھوڑی سی زمین چھوڑی جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ کر دیا تھا۔

(بخاری)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں:

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک چٹائی پر آرام فرما تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو مبارک پر اس چٹائی کے نشانات پڑے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خواہش کا اظہار کیا کہ یا رسول اللہ! اگر آپ اس سخت چٹائی کے بجائے کوئی نرم بستر استعمال فرمالیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے عمر! میرا دنیا سے کیا لینا دینا، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، میری اور دنیا کی مثال تو ایسے ہے جیسے کوئی مسافر دن کے وقت سخت گرمی میں سفر کر رہا ہو اور کچھ دیر سُستانے کے لیے کسی سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ گیا ہو۔ اور پھر اس کو چھوڑ کر آگے کو چل پڑے''۔

(ابن حبان، حاکم)

آپ ﷺ کی تواضع کا جمال

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تم میری تعریف میں حد سے زیادہ مبالغہ نہ کرنا جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں مبالغہ کیا (اور انہیں خدا کا بیٹا ہی بنا ڈالا) میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ اس لیے مجھے اس کا بندہ اور رسول کہو''۔

(بخاری)

حضرت ہشام بن عروۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ آنحضرت ﷺ گھر پر کیا کیا کرتے تھے؟ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ:

''آنحضرت ﷺ گھر پر اپنے کپڑے سی لیتے، اپنے جوتوں کو پیوند لگا لیتے اور اسی طرح کے دوسرے کام بھی انجام دے لیتے تھے''۔ (مسند احمد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ مریض کی عیادت فرماتے، جنازے کے ساتھ چلتے، غلاموں کی دعوت (بھی) قبول فرماتے، اور گدھے پر بھی سواری فرما لیتے تھے''۔

غزوہ خیبر اور قریظہ کے دن میں نے آپ ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ گدھے پر سوار تھے جس کی لگام کی رسی کھجور کی چھال کی تھی، اور

آپ ﷺ کے نیچے بھی کھجور کی چھال تھی''۔ (مستدرك للحاكم)

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا کہ آپ ﷺ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک صاحب سے فرمایا: ''میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا''۔ (بخاری)

حضرت یحییٰ بن کثیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میں بندہ ہوں اور بندوں کی طرح ہی بیٹھتا ہوں، اور بندوں کی طرح ہی کھاتا ہوں''۔

(شعب الایمان للامام البیہقی)

نبی کریم ﷺ کے شکر کا جمال

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

نبی کریم ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو (اتنا طویل قیام فرماتے کہ) آپ ﷺ کے قدم مبارک سوج جاتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ﷺ اتنی مشکل برداشت کرتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اگلے پچھلے سب خطائیں (۱) معاف فرمادیے ہیں!؟

۱۔ آیت کریمہ میں جو (لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ) فرمایا ہے بہ اجماع امت اس سے گناہ حقیقی واقعی مراد نہیں ہے کیونکہ حضرات انبیاء (علیہ السلام) سے گناہوں کا صدور نہیں ہوسکتا بلکہ بعض وہ امور مراد ہیں جن میں خطاء اجتہادی ہوگئی اور اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو متنبہ فرمایا جیسا کہ بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے میں آپ نے فدیہ لینے والوں کی رائے سے موافقت فرمائی اور جیسا کہ بعض منافقین نے جہاد میں نہ (بقیہ اگلے صفحہ پر

آنحضرت ﷺ نے جواب دیا:

''اے عائشہ! کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں!؟''۔ (بخاری،مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

''آنحضرت ﷺ ہدیہ قبول فرماتے اور ہدیہ کا بدلہ بھی عطا فرماتے''۔ (بخاری)

بقیہ: جانے کی اجازت مانگی تو آپ نے اجازت فرمادی جسے (عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ) میں بیان فرمایا اور جیسا کہ حضرت ابن ام مکتوم (رضی اللہ عنہ) نابینا صحابی کے آنے پر آپ کو خیال ہوا کہ اس وقت نہ آتے تو اچھا تھا اور اس کا اثر آپ کے چہرہ انور پر ظاہر ہو گیا کیونکہ آپ اس وقت کافروں کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے اس پر (عَبَسَ وَ تَوَلّٰی) نازل ہوئی اس کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ شانہ، نے آپ کا سب کچھ معاف فرمایا پھر بھی آپ بہت زیادہ عبادت کرتے تھے آپ رات کو نماز تہجد میں لمبا قیام کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کے قدموں مبارک پر ورم آ گیا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ پاؤں پھٹنے لگے تھے عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ آپ یہ کیوں کرتے ہیں حالانکہ اللہ نے آپ کا سب کچھ معاف فرما دیا؟ آپ نے فرمایا کہ تو کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ (صحیح البخاری ص ۱۵۰، ج ۱، ص ۷۱۶، جلد دوم)

مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتنا بڑا اکرم فرمایا تو اس کا تقاضا یہ تو نہیں ہے کہ عبادت کم کردوں احسان مندی کا تقاضا تو یہی ہے کہ اور زیادہ عبادت میں لگ جاؤں۔ (انوار البیان)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہادری کا جمال

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’غزوہ بدر کے دن جس وقت گھمسان کا رن پڑا تو ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پناہ لیتے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت بہادر اور شجاع تھے، لڑائی کے وقت مشرکین کے جتنے قریب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتے تھے، اتنا اور کوئی نہیں ہوتا تھا۔ (مسند احمد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ خوبصورت، سخی اور بہادر تھے۔ ایک رات اہلِ مدینہ کوئی آواز سن کر گھبرا گئے، جب وہ اس آواز کی ٹوہ میں نکلے تو انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سمت سے واپس لوٹتے نظر آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر تنہا سب سے پہلے ہی اس مقام سے ہو آئے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن سے تلوار لٹکی ہوئی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو تسلی دے رہے تھے کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ ہم نے اس گھوڑے کو سمندر کی طرح تیز پایا۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ گھوڑا عام حالات میں سست شمار ہوتا تھا‘‘۔

(مسلم)

فوائد:

۱۔ اس حدیثِ مبارکہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت و بہادری کا علم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے پہلے تنہا دشمن کی طرف نکل پڑے اور ساری صورتحال کا جائزہ لے کر لوگوں کے پہنچنے سے پہلے واپس بھی تشریف لے آئے۔

۲۔ آنحضرت ﷺ کے اس معجزے کا بھی علم ہوا کہ وہ گھوڑا جو بہت ہی سست رفتار شمار ہوتا تھا، آپ ﷺ کی برکت سے بے انتہا تیز رفتار ہو گیا۔

۳۔ اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دشمن کے بارے میں جاننے کے لیے انسان تنہا بھی دشمن کی طرف نکل سکتا ہے بشرطیکہ جان جانے کا ڈر نہ ہو۔

۴۔ اس حدیث مبارکہ سے عاریۃً کسی چیز کے لینے کا جواز بھی معلوم ہوا۔

۵۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عاریۃً گھوڑے پر سوار ہو کر لڑائی کے لیے جانا جائز ہے۔

۶۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ گردن میں تلوار کا لٹکانا مستحب ہے۔

۷۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ خوف کے ٹل جانے پر لوگوں کو اس کی خوشخبری دینا مستحب ہے۔ (شرح النووی علی مسلم)

۸۔ ایک حدیث مبارکہ میں اس گھوڑے کا نام "مندوب" مذکور ہے۔

مکہ والوں کے ساتھ آپ ﷺ کی رحمت کا جمال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"(فتح مکہ کے موقع پر جب) آنحضرت ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے پہلے حضرت زبیر بن العوّام، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو گھوڑوں پر روانہ کیا اور (مجھ سے) فرمایا: "ابو ہریرہ! انصار کو اس راستے سے بھیجو اور انہیں کہو کہ راستے میں انہیں جو بھی ملے

اسے امن دے دیں (اسے نقصان نہ پہنچائیں)''۔ کسی شخص نے آواز لگائی کہ آج قریش کا نام ونشان مٹ جائے گا۔لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''جو شخص اپنے گھر میں بیٹھ جائے اور جو اسلحہ ڈال دے، وہ مامون ہے''۔ قریش کے تمام بڑے سردار جان بچانے کے لیے بیت اللہ میں جمع ہو گئے، یہاں تک کہ حرم ان سے بھر گیا۔ نبی کریم ﷺ نے پہلے طواف فرمایا، اس کے بعد مقامِ ابراہیم علیہ السلام پر نماز ادا کی اور پھر بیت اللہ کی چوکھٹ کو پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر وہ سرداران قریش باہر نکلے اور آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

ایک روایت میں ہے:

پھر آنحضرت ﷺ باب کعبہ کی چوکھٹ پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور ان سے فرمایا:

''تم کیا چاہتے ہو؟ اور تمہارا کیا خیال ہے؟'' انہوں نے کہا: ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ ہمارے بھتیجے، چچا کے بیٹے، بڑے حلیم الطبع، بردبار اور شفیق انسان ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں تم سے وہی بات کہتا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی: (بیہقی)

قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿٩٢﴾

(سورۃ یوسف: آیت ۹۲)

(حضرت یوسف علیہ السلام نے) کہا: ''تم پر آج کچھ ملامت نہیں، اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے۔ اور وہ سب

مہربانوں سے بڑا مہربان ہے''۔

راوی کہتے ہیں: ''اس کے بعد لوگ اتنی تعداد میں نکل کر مشرف بہ اسلام ہونے لگے جیسے (قیامت کے دن) قبروں سے نکل رہے ہوں (گے)''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مَرُّ الظهران) کے مقام پر پہنچے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معافی مانگ کر پناہ نہ مانگی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حملہ کرتے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے تو قریش تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ چنانچہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خچر پر سوار ہو کر نکلا کہ اگر مجھے کوئی مکہ کا رہنے والا مل جائے تو میں انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بتاؤں کہ وہ یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں تاکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے امان طلب کر لیں کیونکہ میں تو قیدی تھا۔ میں اسی تلاش میں تھا کہ اچانک مجھے ابوسفیان اور بدیل بن ورقاء کی آواز سنائی دی (جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر کی سن گن لینے کے لیے وہاں پھر رہے تھے) میں نے ابوسفیان کو آواز دی تو اس نے پوچھا تم ابوالفضل ہو؟ (یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) میں نے کہا: ہاں، ابوسفیان نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ میں نے ابوسفیان کو ساری بات بتائی اور کہا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ ابوسفیان نے ساری بات سن کر

کہا کہ حضور کی بارگاہ میں باریابی کی کیا صورت ہے؟ میں نے ابوسفیان کے ساتھی کو واپس بھیج دیا اور اسے اپنے ساتھ اپنی سواری پر بٹھا کر لے آیا اور صبح کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ نبی کریم کے سمجھانے پر ابوسفیان نے اسلام قبول کرلیا۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ابوسفیان مکہ کے سردار ہیں۔ فخر کو پسند کرتے ہیں۔ آپ ان کو کوئی اعزاز دے دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ٹھیک ہے۔ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا وہ مامون ہے۔ جس شخص نے اپنے گھر کا دروازہ بند کرلیا وہ بھی مامون ہے اور جو شخص مسجد الحرام میں داخل ہو گیا وہ بھی مامون ہے (جب آپ ﷺ مکہ معظمہ پہنچے تو سب لوگ اپنے گھروں اور مسجد الحرام کی طرف دوڑ پڑے''۔

(ابوداود)

طائف والوں کے ساتھ آپ ﷺ کی شفقت کا جمال

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میں نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ پر جنگِ احد سے زیادہ سخت دن بھی آیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:" تمہاری قوم کی طرف سے مجھ پر سب سے زیادہ سخت دن عَقَبہ کا دن تھا کہ جب میں ابن عبد (جس کا نام) لیل بن عبد کلال، کے پاس گیا اور اس نے میری بات نہ مانی۔ میں وہاں سے واپس ہوا میرا چہرہ زخمی ہو چکا تھا۔ قرن ثعالب کے

پاس پہنچ کر میری طبیعت کچھ سنبھلی، میں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو دیکھا کہ ایک بادل میرے اوپر سایہ کیے ہوئے ہے۔ میں نے دیکھا تو مجھے اس میں جبریل امین علیہ السلام نظر آئے۔ انہوں نے مجھے آواز دی اور فرمایا: ''بلاشبہ اللہ تعالی نے آپ کی قوم کا جواب سن لیا، اور جو بھی انہوں نے آپ کے ساتھ معاملہ کیا ہے۔ اللہ تعالی نے آپ کے پاس پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے کہ اس قوم کے بارے میں آپ اسے جو حکم دینا چاہیں حکم دے دیں۔ اتنے میں پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے سلام کیا اور کہنے لگا کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر آپ چاہیں تو میں اس بستی والوں کو ان دو پہاڑوں کے درمیان پیس کر رکھ دوں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "نہیں، مجھے امید ہے کہ اللہ ان کی نسل میں سے ایسے افراد پیدا فرمائیں گے جو اللہ وحدہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہ ٹھہرائیں گے''۔ (متفق علیہ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفار کو دعوت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہی: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس قوم سے بھی قتال فرماتے، پہلے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے''۔ (مسند احمد)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''خیبر کے دن آنحضرت

ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کو حملے کے لیے روانہ کرتے ہوئے فرمایا:

"پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا۔ اور انہیں ان پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں سے آگاہ کرنا۔ بخدا اگر تمہارے ذریعے ایک شخص کو بھی ہدایت مل جائے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹ سے بہتر ہے"۔

(متفق علیہ)

حضرت ابو البختری سے روایت ہے مسلمانوں کے ایک لشکر نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں فارس کے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا۔ آپ کے ساتھیوں نے جلدی حملہ کرنے کی اجازت چاہی تو آپ نے انہیں منع کر دیا اور فرمایا کہ جس طرح میں نے نبی کریم ﷺ کو کفار پر حملے کے وقت انہیں اسلام کی دعوت دیتے دیکھا ہے، میں بھی پہلے انہیں اسی طرح اسلام کی دعوت دونگا۔ چنانچہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: "میں بھی تمہاری طرح ایک فارسی ہوں لیکن تم دیکھ رہے ہو کہ یہ عرب کس طرح میری تابعداری کر رہے ہیں، اگر تم اسلام قبول کر لو تو تمہیں بھی وہ حقوق حاصل ہوں گے جو ہمیں حاصل ہیں، اور تم پر بھی وہی ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو ہم پر عائد ہوتی ہیں، اور اگر تم اسلام قبول کرنے سے انکار کرو گے تو پھر تمہیں جزیہ دینا پڑے گا اور ہماری بات ماننی پڑے گی"۔ انہوں نے کہا: ہم جزیہ دینے والے نہیں ہیں، بلکہ تمہارے ساتھ قتال کریں گے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے دوبارہ حملہ کی اجازت

چاہی تو آپ ﷺ نے پھر منع فرما دیا اور انہیں مسلسل تین دن تک اسی طرح اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے رہے لیکن انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تو آپ نے تیسرے دن حملہ کرنے کے اجازت دی۔ چنانچہ ہم نے حملہ کر کے اس قلعہ کو فتح کر لیا۔ (ترمذی)

آپ ﷺ کی یہود کو دعوت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور فرمایا:

''آؤ! یہودیوں کی طرف چلتے ہیں، ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہو لیے۔ جب ہم ان کے پاس پہنچ گئے تو آپ ﷺ نے آواز دی: ''یہودیو! اسلام لے آؤ سلامت رہو گے''۔ یہودیوں نے کہا: ابوالقاسم آپ پیغام پہنچا چکے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری خواہش ہے کہ تم اسلام قبول کر لو اور سلامتی حاصل کر لو۔ یہودیوں نے پھر یہی جواب دیا کہ ابوالقاسم آپ نے پیغام پہنچا دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے پھر تیسری مرتبہ اپنی اس خواہش کا اظہار کیا لیکن ان کے جواب میں تبدیلی نہ آئی۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ زمین اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہے اور میں تمہیں اس زمین سے نکالنے کا ارادہ کر چکا ہوں، تم میں سے جس کے پاس کسی

قسم کا مال ہے تو اسے فروخت کردے، ورنہ یہ بات ذہن نشین کرلو کہ یہ زمین تو درحقیقت اللہ اور اس کے رسول کی ہے"۔ (متفق علیہ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مُثلہ سے اور بچوں کو قتل کرنے سے روکنا

حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کو لشکر کا امیر مقرر فرماتے تو اسے پہلے اسکی ذات کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور تمام ہمراہیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تاکید فرماتے، اور پھر ارشاد فرماتے:

اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستے میں جہاد کرو، کافروں کے ساتھ قتال کرو۔ خیانت نہ کرو، دھوکہ نہ دو، اور مُثلہ نہ کرو، بچوں کو قتل نہ کرو، اور جب تمہاری دشمنوں سے مڈ بھیڑ ہو تو انہیں تین باتوں کی دعوت دو، تینوں میں سے جسے بھی وہ مان لیں اسے قبول کرلو۔ اور لڑائی ختم کردو۔ پہلے تو انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دو اگر وہ اسے قبول کرلیں تو ان کی بات مان لو، اور لڑائی ختم کردو۔ پھر انہیں مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی دعوت دو اور انہیں بتاؤ کہ اگر وہ یہ بات مان لیں تو ان کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو مہاجرین کے ہیں اور ان پر بھی وہی ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو مہاجرین پر عائد ہوتی

ہیں۔ اگر وہ اپنے وطن سے ہجرت کرنے سے انکار کریں تو انہیں بتا دو کہ ان کا درجہ دیگر دیہاتی مسلمانوں کی طرح رہے گا اور ان پر بھی اللہ تعالیٰ کے وہی احکام جاری ہوں گے جو دوسرے مسلمانوں پر لازم ہیں۔ اور اگر وہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد نہیں کریں گے تو مالِ غنیمت اور فَیٔ (بلا جنگ حاصل ہونے والا مالِ غنیمت) میں سے انہیں کچھ نہیں ملے گا۔ اور اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیں تو ان سے جزیہ کا مطالبہ کرو۔ اگر وہ اسے قبول کر لیں تو انہیں کچھ نہ کہو، لیکن اگر وہ جزیہ دینے سے انکار کر دیں تو پھر اللہ کا نام لے کر ان سے جہاد کرو۔

اور جب کسی قلعے کا محاصرہ کرو اور محصورین تم سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امان مانگیں تو تم انہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امان نہ دو، بلکہ اپنے اور اپنے ساتھیوں کی امان دو، کیوں کہ تمہارے لیے انہیں اپنی اور اپنے ساتھیوں کی امان دینا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امان دینے سے بدرجہا آسان ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امان دو گے اور پھر اس کو پورا نہ کر سکے تو تم پر زیادہ وبال ہوگا اور اسی طرح اگر تم اللہ تعالیٰ کے اور

اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ پر ان کو اتارو گے اور پھر اس کو پورا نہ کر سکے تو تم پر زیادہ وبال ہوگا، لہٰذا احتیاطاً ایسا کرو کہ اپنی امان ان کو دو۔ واللہ اعلم
اور جب تم کسی قلعہ کا محاصرہ کرو اور محصورین تم سے اپنے بارے میں اللہ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ چاہیں تو تم ان سے اس کا وعدہ نہ کرو بلکہ اپنا فیصلہ کرو، کیوں کہ تم نہیں جانتے کہ تم ان کے بارے میں اللہ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کر سکو گے یا نہیں۔ (مسلم)

وضاحت: حدیث شریف میں یہ جو فرمایا گیا کہ: اپنے ساتھیوں کی امان دینا الخ

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی امان دو گے اور پھر اس کو پورا نہ کر سکے تو تم پر زیادہ وبال ہوگا اور اسی طرح اگر تم اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ پر ان کو اتارو گے اور پھر اس کو پورا نہ کر سکے تو تم پر زیادہ وبال ہوگا، لہٰذا احتیاطاً ایسا کرو کہ اپنی امان ان کو دو۔ واللہ اعلم

گھر میں آپ ﷺ کے معمولات کا جمال

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ کے گھر پر کیا معمولات ہوتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

”آپ ﷺ اپنے کپڑے خود سی لیتے تھے، جوتے خود گانٹھ لیتے

تھے، اور جو کام لوگ اپنے گھروں میں انجام دیتے ہیں، سب کام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود کر لیتے تھے"۔ (مسند احمد، ابن حبان، طبرانی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھر کے اندر تنہائی میں کیا معمول تھا؟ آپ نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ نرم دل اور سخی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی (گھر میں) عام مردوں کی طرح ایک مرد تھے مگر بہت خوش مزاج اور ہنس مکھ تھے۔ (مسند اسحاق بن راھویہ)

لوگوں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حُسنِ برتاؤ کا جمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"بسا اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب منبر سے اتر کر نماز کے لیے مصلّے کی طرف جانے لگتے تو کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کرنے لگتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اسے منع نہ فرماتے اور) کافی دیر تک اس سے بات چیت میں مشغول رہتے اور پھر مصلے کی طرف تشریف لے جاتے"۔

(مسند ابی یعلی)

دوستوں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کا جمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجلس میں کبھی ٹانگیں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے۔ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مصافحہ کرتا تو جس وقت تک وہ خود اپنا ہاتھ نہ کھینچ لیتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ نہ کھینچتے، اور جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھتا تو جس

وقت تک وہ خود اٹھ کر نہ چلا جاتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی مجلس سے نہ اٹھتے ۔ اور میں نے کوئی خوشبو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بدن مبارک کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار نہیں سونگھی ۔

(مسند امام ابو حنیفہ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی لوگوں کے ساتھ ملاقات کا جمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جب کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملتا اور مصافحہ کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس وقت تک اپنا ہاتھ نہ کھینچتے تاوقتیکہ وہ خود ہی اپنا ہاتھ کھینچ لے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کسی کی طرف سے اس وقت تک چہرہ نہ پھیرتے جب تک وہ خود ہی اپنا چہرہ نہ پھیر لیتا۔ اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کبھی مجلس میں ٹانگیں پھیلا کر بیٹھے ہوئے دیکھا گیا۔

(ترمذی)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معاشرت کا جمال

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کے علاوہ اپنے دست مبارک سے کسی کو نہیں مارا۔ نہ کبھی کسی خادم کو مارا اور نہ کسی عورت (خادمات اور زوجات) کو، اور نہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کسی سے بدلہ لیا، البتہ اگر اللہ تعالی کی حدود میں سے کسی کو پامال کیا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انتقام لیتے ۔

(مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاف اور درگزر فرمانے کا جمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''ایک یہودی عورت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بکری کا زہریلا گوشت لے کر آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سے کچھ گوشت تناول فرمالیا۔ جب زہر کا اثر ظاہر ہوا تو اس یہودیہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس سے اس کی اس حرکت کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے کہا کہ میں آپ کو قتل کرنا چاہتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالی تم سے یہ کام نہیں ہونے دیں گے''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کے قتل کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے قتل کرنے سے منع فرمادیا۔

(راوی کہتے ہیں) اس زہر کا اثر مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر محسوس ہوتا تھا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک یہودی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کئی دن اس سے متاثر رہے، حضرت جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور کہنے لگے ایک یہودی نے آپ پر جادو کرکے گرہیں لگا دی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ وہ گئے (رسی) نکال کر لے آئے۔ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گرہ کھولتے تو تکلیف میں کمی محسوس کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوان اونٹنی سے بھی زیادہ چاق و چوبند تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا ذکر یہودی سے نہیں کیا، اور نہ ہی کبھی غصہ کے اثرات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پر دیکھے گئے۔'' (مسند ابن ابی شیبہ، احمد، نسائی)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سلامتی طبع کا جمال

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تم میں سے کوئی بھی کسی دوسرے کے متعلق ایسی بات نہ بتائے جو میرے لیے اس پر ناراضگی یا ناپسندیدگی کا باعث ہو۔ کیونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ جب میں تم سے ملنے کے لیے اپنے گھر سے نکلوں تو میرا دل تمہاری طرف سے بالکل پاک صاف ہو''۔

(ابوداؤد، ترمذی)

ادائیگی قرض میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کا جمال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت سختی کے ساتھ اپنے قرض کا تقاضا کرنے لگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے اس طرز عمل سے بہت زیادہ برہم ہوئے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو! کیوں کہ صاحب حق کو کچھ بات کرنے کا حق ہوتا ہے''۔ (بخاری)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اس کو اس کے جانور کی عمر جیسا جانور دے دو''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارے پاس تو اس سے بڑا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''وہی دے دو، کیونکہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اچھے طریقے

سے قرض ادا کرے‘‘۔

دنیا میں اپنی امت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کا جمال

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا۔ پس میں نے اس کے مشرق و مغرب کو دیکھا۔ میری امت کی حکومت یہاں تک پہنچے گی، جہاں تک میرے لیے زمین کو لپیٹا گیا اور مجھے سرخ اور سفید خزانے عطاء کیے گئے۔ اور میں نے اپنے رب سے اپنی امت کے لیے یہ دعا کی کہ میری امت کو قحط سالی کے ذریعہ ہلاک نہ فرمائیں، اور نہ ہی ان پر ان کے علاوہ کوئی ایسا دشمن مسلط کریں جو انہیں ختم ہی کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اے محمد! جب میں کوئی فیصلہ کر دیتا ہوں تو وہ تبدیل نہیں ہوتا۔ میں نے آپ کی یہ دعا قبول کر لی ہے کہ نہ ہی تو آپ کی امت کو قحط سالی کے ذریعہ ہلاک کروں گا اور نہ ہی ان پر ان کے علاوہ کوئی دشمن مسلط کروں گا جو انہیں ختم ہی کر دے اگرچہ دنیا بھر کے لوگ اکٹھے ہو جائیں۔ ہاں مسلمان خود ایک دوسرے کو قتل کریں گے اور ایک دوسرے کو قیدی بنائیں گے‘‘۔

(مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میری اور میری امت کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص آگ کا الاؤ روشن کرے اور اس کے اندر تیزی کے ساتھ پروانے وغیرہ گرنے لگیں، میں ہوں کہ تمہیں بچانے کے لئے تمہیں تمہاری چادر سے پکڑے ہوئے ہوں لیکن تم ہو کہ ہلاک اور برباد ہونے کے لیے اس میں گرتے چلے جا رہے ہو''۔ (مسلم)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ گناہ گار اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں گرنا چاہتے ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں ترغیب دے دے کر نیکیوں پر لگانا چاہتے ہیں۔ اور جیسے پروانہ بڑھ بڑھ کر آگ میں گرتا ہے اسی طرح گناہ گار بار بار گناہ کرتا ہے اور جہنم میں گرنے کے اسباب مہیا کرتا ہے۔ (شرح النووی علی مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امت کیلئے سہولت اور آسانی فرمانے کا جمال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک دین آسان ہے، جو اس دین میں شدت اختیار کرے گا وہ مغلوب ہو جائے گا۔ (بغیر افراط وتفریط کے) صحیح اور درست بات پر کار بند رہو، اور

لوگوں کو قریب کرتے رہو، اور خوشخبری سناتے رہو، صبح ،شام اور رات کے کچھ حصہ میں (عبادت کر کے) اللہ کی مدد حاصل کرتے رہو۔" (بخاری)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور لوگوں کے ساتھ نماز (تراویح) ادا کی۔ اگلی رات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر تشریف لائے تو پہلے سے زیادہ لوگ جمع تھے۔ پھر تیسری اور چوتھی رات اور زیادہ اجتماع ہو گیا، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف نہ لائے۔ جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: "جو کچھ تم نے کیا میں نے دیکھ لیا تھا۔ میں صرف اس خوف سے تمہارے پاس نہیں آیا مبادا تم پر یہ نماز فرض نہ کر دی جائے"۔ اور یہ رمضان کی بات ہے۔ (متفق علیہ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر شفقت کا جمال

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "بسا اوقات کوئی عمل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت محبوب ہوتا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو صرف اس وجہ سے چھوڑ دیتے تھے کہ کہیں اسے لوگوں پر فرض ہی نہ کر دیا جائے۔ (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا"۔ (بخاری)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُمت کے لئے استغفار کا جمال

اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے:

وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذۡنِ ٱللَّهِۚ وَلَوۡ أَنَّهُمۡ إِذ ظَّلَمُوٓاْ أَنفُسَهُمۡ جَآءُوكَ فَٱسۡتَغۡفَرُواْ ٱللَّهَ وَٱسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ ٱلرَّسُولُ لَوَجَدُواْ ٱللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿٦٤﴾ (سورہ نساء: آیت ۶۴)

اور ہم نے پیغمبر نہیں بھیجے مگر اسی لیے کہ بحکم خداوندی ان کی فرمانبرداری کی جائے اور جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا آپ کے پاس آتے پھر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول ان کے لیے استغفار کرتا تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والے اور مہربانی فرمانے والے پاتے۔

(انوار البیان)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''جب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشگوار مزاج میں دیکھتی تو عرض کرتی کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالی سے میرے لیے دعا فرمائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لیے یہ دعا فرماتے: ''اے اللہ! عائشہ کے اگلے پچھلے، ظاہری اور پوشیدہ سب گناہ معاف فرمادے''۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس دعا پر ہنستے ہنستے دوہری ہو جاتیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھتے ''کیا تم میری دعا سے خوش ہوتی ہو؟'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتیں بالکل، مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے کیوں خوشی نہیں ہوگی۔ نبی کریم

ﷺ فرماتے: ''قسم بخدا، میں ہر نماز میں اپنی امت کیلئے یہی دعا مانگتا ہوں''۔ (ابن حبان)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے متعلق اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تلاوت فرمائی:

رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ ٱلنَّاسِ ۖ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُۥ مِنِّي ۖ (سورہ ابراھیم، آیت۳۶)

اے رب! انہوں نے (بتوں نے) بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا پس جس نے میری پیروی کی وہ تو میرا ہے۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد:

إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ﴿١١٨﴾

(سورہ مائدۃ، آیت۱۱۸)

اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر ان کو معاف کر دے تو تُو ہی زبردست حکمت والا ہے۔

پھر آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: ''اے اللہ میری امت''، اور آپ ﷺ کے آنسو جاری ہو گئے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتے ہیں لیکن اللہ ربُّ العزت نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ جاؤ اور محمد ﷺ سے پوچھو وہ کیوں رو رہے ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور آنحضرت ﷺ سے رونے کی وجہ دریافت فرمائی تو آپ

ﷺ نے اپنی پریشانی عرض کردی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ (قیامت کے دن) ہم انہیں اُن کی امت کے بارے میں خوش کردیں گے۔ ناراض نہیں کریں گے۔ (مسلم)

روزِ قیامت آپ ﷺ کی شفاعت کا جمال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک روز نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھنا ہوا گوشت لایا گیا۔ اور آپ ﷺ کو اس میں سے دستی کا گوشت پیش کیا گیا جو کہ آپ ﷺ کو بہت مرغوب تھا۔ آپ ﷺ نے اس میں سے کچھ گوشت تناول فرمالیا اور پھر فرمایا:

میں قیامت کے دن تمام بنی آدم کا سردار ہوں گا، کیا تم جانتے ہو یہ کیسے ہوگا؟

(یہ ایسے ہوگا کہ) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اولین وآخرین سب کو ایک میدان میں جمع فرمائیں گے اور ان کی حالت بہت زیادہ خراب ہوگی۔ سورج ان کے سر پر آیا ہوگا اور ان سے تکلیف برداشت نہیں ہو رہی ہوگی۔ اسی پریشانی کے اندر ان میں سے بعض لوگ دوسروں سے کہیں گے کہ تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ تم کس قدر تکلیف اور مشقت میں ہو، تم کوئی سفارشی کیوں نہیں تلاش کرتے جو اللہ تعالیٰ سے تمہاری سفارش کرے اور تمہیں اس تکلیف سے نجات ملے؟ بعض لوگ کہیں گے کہ چلو آدم علیہ السلام کے پاس چلتے ہیں، چنانچہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے کہ آدم علیہ السلام! آپ سب

لوگوں کے باپ ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست مبارک سے پیدا کیا، آپ میں اپنی روح پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا اور انہوں نے آپ کو سجدہ کیا، آپ اپنے رب سے ہماری سفارش کریں۔ کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم کس قدر مشقت میں ہیں اور ہمیں کتنی پریشانی لاحق ہے؟ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے کہ آج اللہ تعالیٰ اس قدر غصے میں ہیں کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنے غصہ تھے اور نہ آج کے بعد ہوں گے۔ اور (یہ مسئلہ بھی ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے مجھے گندم کھانے سے منع کیا تھا لیکن مجھ سے خطا سرزد ہوئی نفسی، نفسی (اے اللہ مجھے بچا، اے اللہ مجھے بچا) تم کسی اور کو تلاش کرو، نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ، چنانچہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے کہ نوح علیہ السلام! آپ زمین کی طرف اللہ تعالیٰ کے پہلے رسول ہیں۔ اور اللہ نے آپ کو اپنا شکر گزار بندہ کہا ہے۔ آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم کس قدر مشقت اور تکلیف میں ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے ہماری سفارش کریں۔ حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے کہ آج کے دن اللہ ربُّ العزت اتنے غصے میں ہیں کہ نہ آج سے پہلے کبھی اتنے غصہ ہوئے ہیں اور نہ آج کے بعد اللہ تعالیٰ کو اتنا غصہ آئے گا، اور میں اپنی قوم کے خلاف بددعا کر چکا ہوں، نفسی، نفسی (اے اللہ مجھے بچا، اے اللہ مجھے بچا) تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: ”آپ اللہ تعالیٰ کے نبی اور زمین میں اس کے خلیل ہیں۔ آپ اپنے رب سے ہماری سفارش کیجیے۔ کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم کس قدر مشقت اور پریشانی میں مبتلا ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے کہ آج اللہ ربُّ العزت اتنے غصے میں ہیں کہ نہ آج سے پہلے کبھی ایسے غصہ ہوئے

ہیں اور نہ آج کے بعد اللہ تعالیٰ کو اتنا غصہ آئے گا، (اور اپنی ان باتوں کا ذکر کریں گے جو بظاہر خلاف واقعہ تھیں) نفسی، نفسی (اے اللہ مجھے بچا، اے اللہ مجھے بچا) تم کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہیں گے اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت سے مشرف فرمایا اور آپ کو اپنے ساتھ ہم کلامی کا شرف بخشا۔ آپ اپنے رب سے ہماری سفارش کریں۔ آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم کس قدر مصیبت میں ہیں اور ہمیں کتنی پریشانی لاحق ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ آج اتنے غصے میں ہیں کہ نہ آج سے پہلے کبھی اتنے غصہ ہوئے ہیں اور نہ آج کے بعد ان کو اتنا غصہ آئے گا۔ میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا(۱) جس کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا۔ نفسی، نفسی (اے اللہ مجھے بچا، اے اللہ مجھے بچا) تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام! آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے ماں کی گود میں لوگوں سے بات کی۔ اور آپ اللہ تعالیٰ کا وہ کلمہ

۱۔ قرآن مجید میں اس کی تصریح ہے کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے جو قتل ہو گیا تھا اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کر لی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا اس کے بعد جب ان سے قیامت کے دن سفارش کرنے کے لیے عرض کیا جائے گا تو وہ اپنے اس قتل والے واقعہ کو یاد کر کے شفاعت کرنے سے یہ فرما کر عذر کر دیں گے قتلت نفسا لم اُومَر بِقَتْلِهَا کہ میں نے ایک جان کو قتل کر دیا تھا جس کے قتل کا مجھے حکم نہیں دیا گیا۔ جن کے بلند مراتب ہیں ان کی باتیں بھی بڑی ہوتی ہیں۔ (انوار البیان)

ہیں (یعنی لفظِ "کُن") جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام تک پہنچایا تھا(۱)۔ اور آپ اللہ کی طرف سے (ایک خاص) روح ہیں، آپ اپنے رب سے ہماری سفارش کریں۔ کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم کس قدر پریشانی اور مشقت میں ہیں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان سے فرمائیں گے کہ: آج اللہ رب العزت اتنے غصے میں ہیں کہ نہ آج سے پہلے کبھی اتنے غصہ ہوئے ہیں اور نہ آج کے بعد اللہ کو اتنا غصہ آئے گا، (اور انہوں نے اپنی کسی ایسی بات کا تذکرہ نہیں کیا جس کی وجہ سے وہ معذرت کرتے بس کہنے لگے) نفسی، نفسی (اے اللہ مجھے بچا، اسے اللہ مجھے بچا) تم کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ سب میرے پاس حاضر ہوں گے، اور عرض کریں گے کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ اللہ کے رسول ہیں، خاتم النبیین ہیں، اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف فرما دیے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب سے ہماری سفارش کریں۔ کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم

۱۔ یعنی آپ کو اللہ تعالیٰ اپنے امرِ کُن سے وجود میں لائے، اور ظاہری سبب کے بغیر، باپ کے بغیر آپ کو پیدا فرمایا، صاحب معالم التنزیل لکھتے ہیں: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی دوسری ارواح کی طرح ایک روح ہیں، لیکن اللہ نے ان کو عظیم شرف بخشنے کیلئے اپنی طرف منسوب کیا ہے، جیسا کہ مسجد حرام کو "بیت اللہ" کہا جاتا ہے''۔ (والد صاحب محقق العصر حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اس (کلمہ اور روح) کی نسبت اس لئے فرمائی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا امرِ خصوصی تھا"۔ (انوار البیان، تفسیر سورہ نساء)

کس قدر پریشانی اور مصیبت میں گرفتار ہیں؟''

''چنانچہ میں عرش کے نیچے آکر اپنے رب کے سامنے سجدے میں گر جاؤں گا، پس اللہ تعالیٰ مجھ پر حمد وثناء کے وہ کلمات القاء فرمائیں گے جو اس سے پہلے کسی پر القاء نہیں ہوئے ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اے محمد! اپنا سر اٹھایئے، آپ ﷺ جو مانگیں گے عطاء کیا جائے گا۔ آپ ﷺ جو شفاعت کریں گے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ چنانچہ میں اپنا سر سجدے سے اٹھا کر عرض کروں گا کہ یا اللہ میری امت، میری امت۔ اس کے بعد کہا جائے گا کہ اے محمد! آپ ﷺ کی امت کے جن لوگوں پر حساب کتاب نہیں، انہیں دائیں دروازے سے جنت میں داخل فرمادیں۔ اور یہ لوگ جنت کے دوسرے دروازوں سے بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے، جنت کی چوکھٹ کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور ہجر کے درمیان ہے، یا جتنا مکہ اور بصرہ کے درمیان ہے''۔ (مسلم)

آپ ﷺ کا امت کو حوضِ کوثر سے پانی پلانے کا جمال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''میرا حوض ''ایلۃ'' سے ''عدَن'' کی مسافت پر ہے، جو برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ اور اس کے برتن آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ ہیں۔ میں لوگوں کو اس سے ایسے ہٹاؤں گا جیسے کوئی شخص

دوسرے لوگوں کے اونٹوں کو اپنے حوض سے ہٹاتا ہے"۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ کیا اس دن آپ ہمیں پہچان لیں گے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمہیں اس دن ایک ایسی نشانی دی جائے گی جو کسی امت کو نہیں دی گئی ہوگی۔ جب تم میرے پاس آؤ گے تو تمہارے وہ اعضاء جو تم وضو کے وقت دھوتے ہو، وضو کے اثر سے روشن اور منور ہوں گے"۔ (مسلم)

شرح:

حدیث شریف میں یہ جو ارشاد فرمایا: "میں لوگوں کو اس سے ایسے ہٹاؤں گا جیسے کوئی شخص دوسرے لوگوں کے اونٹوں کو اپنے حوض سے ہٹاتا ہے"، اس کا مطلب یہ ہے کہ امت کے بعض وہ افراد جو خود کو مسلمانوں کی فہرست میں شامل سمجھتے ہیں یا حق کے دعوی دار تو ہیں لیکن (حقیقت میں ایمان والے نہیں ہوں گے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حوض کوثر سے پانی پینے سے محروم کر دیے جائیں گے، حوض کوثر سے پانی پینے کے صحیح حق دار وہ حضرات ہوں گے جو قلب سلیم کے ساتھ وہاں پہنچیں گے) روز قیامت جہاں کامیاب صرف وہ لوگ ہوں گے جو قلبِ سلیم کے ساتھ وہاں پہنچے ہوں گے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک حوض سے پانی پینے سے محروم کر دیئے جائیں گے۔

ساقیٔ کوثر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حوض سے صرف ان لوگوں کو پینا نصیب ہوگا جو خالص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ہوں گے، دعوے سے نہیں، بلکہ اعتقاداً، وعملاً، ومنہجاً۔ جنہوں نے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کو گلے سے لگایا ہوا ہے، آپ

ﷺ کے حکم کردہ اعمال کو بجا لاتے ہیں، آپ ﷺ کی منع فرمائی چیزوں سے بچتے ہیں ان کو آپ ﷺ اپنے بابرکت حوض سے نوش کرنے کی اجازت دیں گے، باقی وہ لوگ جو اپنی خواہشات کی اتباع میں مگن ہیں، اور تعلیماتِ نبویہ سے ان کو کوئی سروکار نہیں، اور قدم قدم پہ سنتوں کو توڑتے جاتے ہیں، تو ان لوگوں کو حوضِ کوثر سے پینے کا حق نہیں ہوگا۔ یہ بہت خوف کا مقام ہے، کیونکہ ایسے لوگوں کو نبی کریم ﷺ ایسے ہٹائیں گے جیسے صاحبِ حوض صرف اپنے اونٹوں کو پلاتا ہے اور باقی ریوڑ میں شامل دوسرے اونٹوں کو ہٹا دیتا ہے، اسی طرح یہ لوگ سرکارِ دوعالم ﷺ کی بارگاہ سے مردود و مطرود کر دیئے جائیں گے۔ أعاذنا الله من ذلك۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ:

"ہر بدعت کرنے والا آبِ کوثر سے محروم کر دیا جائے گا، جیسے خوارج اور سارے اہلِ اہواء (دین کے تقاضوں کے مقابلہ میں اپنی خواہشات پر چلنے والے) وغیرہ۔ اسی طرح ظلم وستم کرنے والے، دوسروں کا حق مارنے والے، اور سرِ عام کبیرہ گناہ کرنے والے۔ ان سب کے بارے میں ڈر ہے کہ وہ اس حدیث کی مراد ہوں!۔ واللہ اعلم"۔ (شرح النووی علی مسلم)

پُل صراط پر امت کیلئے آپ ﷺ کی دعاء

حضرت ابوہریرہ و حضرت ابومالک رضی اللہ عنہما حضرت ربعی و حضرت حذیفہ

رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب لوگوں کو جمع فرمائیں گے تو مومنین بھی کھڑے ہوں گے اور جنت ان کے قریب کر دی جائے گی۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہیں گے کہ اے ابا جان! ہمارے لیے جنت کا دروازہ کھلوائیے۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے کہ تم جنت سے اپنے باپ آدم کی خطا کی وجہ سے ہی تو نکالے گئے تھے۔ میں اس کام کا اہل نہیں ہوں۔ تم میرے بیٹے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ فرمائیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ میں تو ویسے ہی اللہ کا خلیل تھا۔(۱) تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ، انہیں تو اللہ نے اپنے ساتھ ہم کلامی کا شرف بخشا ہے۔ چنانچہ یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو

۱۔ تشریح: حضرت ابراہیم علیہ السلام جو یہ فرمائیں گے کہ میں تو من وراء و من وراء خلیل تھا اس کے شراح حدیث نے کئی معانی ذکر کیے ہیں، منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ بات تواضعاً فرمائیں گے اور بعض نے یہ معنی بتایا کہ اس سے مراد ہے من وراء حجاب یعنی بواسطہ جبرئیل علیہ السلام مقام خُلّت عطاء کیا گیا، تم لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے بلا واسطہ کلام فرمایا ہے۔

وہ فرمائیں گے میں تو اس کام کا اہل نہیں ہوں تم لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ، وہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ (کن سے وجود میں آئے) ہیں اور اس کی طرف سے (ایک خاص) روح ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ فرمائیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ چنانچہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی شفاعت کے لیے کھڑے ہو جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شفاعت کی اجازت دے دی جائے گیا۔ پھر امانت داری اور صلہ رحمی کو حکم دیا جائے گا تو وہ پل صراط کے دائیں بائیں کھڑی ہو جائیں گی۔ پھر تم میں سے پہلے لوگ پل صراط سے بجلی کی سی تیزی سے گزر جائیں گے۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں بجلی کی طرح کیسے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم (آسمانی) بجلی کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح چمکتی ہے اور پلک جھپکنے میں واپس لوٹ جاتی ہے۔ پھر دوسرے لوگ ہوا کی طرح پل صراط سے گزر جائیں گے۔ پھر کچھ لوگ پرندوں کی طرح گزریں گے، ہر کوئی اپنے عمل کی رفتار کے مطابق پل صراط سے گزرتا رہے گا۔ اور تمہارے نبی پل صراط پر کھڑے یہ کہہ رہے ہوں گے:

{ربِّ سَلِّم سَلِّم}

''اے اللہ سلامتی کا معاملہ فرما۔ اے اللہ! سلامتی کا معاملہ فرما''۔

پھر لوگوں کے اعمال کمزور پڑنے لگیں گے یہاں تک کہ ایک شخص آئے گا جس میں چلنے کی طاقت نہیں ہوگی اور وہ پیٹ کے بل گھسٹ رہا ہوگا۔ اور پل صراط کے دونوں جانب کنڈے لگے ہوں گے۔ جس شخص کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ حکم فرمائیں گے، وہ کنڈے اسے پکڑ لیں گے۔ کچھ زخمی ہو کر بچ جائیں گے۔ اور کچھ منہ کے بل جہنم میں جا گریں گے۔

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں ابو ہریرہ کی جان ہے، جہنم کی گہرائی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے۔

(مسلم)

تعلیم و تربیت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ شفقت کا جمال

حضرت معاویہ بن حکم السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک نمازیوں میں سے کسی کو چھینک آئی تو میں نے یرحمك الله کہہ دیا۔ سب لوگ مجھے گھور کر دیکھنے لگے۔ میں نے کہا تمہیں کیا ہوا؟ اس طرح گھور گھور کر کیوں دیکھ رہے ہو؟ وہ لوگ مجھے جواب دینے کے بجائے اپنی رانوں پر ہاتھ مارنے لگے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ لوگ مجھے خاموش کرانا چاہ رہے ہیں تو میں خاموش ہو گیا''۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو خدا کی قسم! آپ

ﷺ نے نہ مجھے ڈانٹا، نہ مارا اور نہ گالی دی ۔ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں، میں نے آپ ﷺ جیسا معلم نہ آپ ﷺ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ ﷺ کے بعد۔ آپ ﷺ نے صرف اتنا فرمایا کہ" یہ نماز ہے اس میں تسبیح و تکبیر اور قراءتِ قرآن کریم کے سوا کوئی بات کرنا ٹھیک نہیں۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھا رہے تھے کہ ہمارے ساتھ ایک دیہاتی بھی نماز میں شریک ہو گیا۔ اور دورانِ نماز کہنے لگا کہ اے اللہ! محمد ﷺ اور مجھ پر رحم فرما اور کسی اور پر رحم نہ فرما۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے اس اعرابی (دیہاتی) سے فرمایا: ''تم نے تو ایک بہت وسیع چیز کو تنگ کر دیا''۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کو بہت تنگ کر دیا۔ (بخاری)

غلطی کرنے والوں کے ساتھ آپ ﷺ کی شفقت کا جمال

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''ہم مسجد نبوی میں نبی کریم ﷺ کی مبارک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک دیہاتی شخص آیا اور مسجد میں کھڑا ہو کر پیشاب کرنے لگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے منع کیا تو آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو منع کرنے سے روک دیا اور فرمایا کہ'' اسے چھوڑ دو اس کا پیشاب درمیان میں نہ روکو۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے چھوڑ دیا اور خاموش ہو گئے۔ جب وہ پیشاب سے

فارغ ہو گیا تو نبی کریم ﷺ نے اسے اپنے پاس بلا کر فرمایا کہ ''مسجدوں میں پیشاب اور اس طرح کی دوسری گندگی پھیلانا قطعاً مناسب نہیں، یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کے اذکار، نماز اور تلاوتِ قرآن کیلئے ہے''۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے کسی شخص کو حکم دیا تو وہ پانی کا ڈول لایا اور اس پیشاب پر بہا کر اسے صاف کر دیا''۔ (مسلم)

فوائد:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث مبارکہ میں درج ذیل باتوں کی تعلیم ہے:

۱۔ جاہل کے ساتھ نرمی سے بات کرنی چاہیے اور بغیر ڈانٹ ڈپٹ کے محبت کے ساتھ آداب سکھانے چاہییں۔

۲۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جب دو چیزوں میں ایک زیادہ مضر ہو تو بڑے نقصان سے بچنے کے لیے کم نقصان والی چیز کو برداشت کر لینا چاہیے۔ اور یہ بات نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے معلوم ہوتی ہے کہ ''اسے چھوڑ دو'' کیونکہ اسے روکنے کی صورت میں خدشہ تھا کہ کہیں اس کا پیشاب نہ بند ہو جائے۔ نیز اس صورت میں مسجد کا ایک تھوڑا سا حصہ ناپاک ہوتا جبکہ روکنے اور بھگانے کی صورت میں اس کے کپڑے اور بدن کے ناپاک ہونے کے ساتھ ساتھ مسجد کے زیادہ حصے کے ناپاک ہونے کا خدشہ تھا۔

۳۔ اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مساجد کو ہر قسم کی آلودگی اور گندگی سے پاک صاف رکھنا چاہیے۔ اس میں تو آواز بلند کرنا، لڑنا

جھگڑنا اور خرید و فروخت وغیرہ بھی منع ہے۔

(شرح النووی علی مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ میں ہلاک ہو گیا۔ آپ نے پوچھا'' کیا ہوا؟'' وہ کہنے لگا کہ میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: ''کیا تمہارے پاس کوئی غلام ہے جسے تم آزاد کر سکو؟'' اس نے کہا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: ''کیا تم اس بات کی استطاعت رکھتے ہو کہ متواتر دو مہینوں تک روزے رکھ سکو؟'' اس نے کہا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تمہارے پاس ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی گنجائش ہے؟'' اس نے جواب دیا نہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ توقف فرمایا۔ ہم بھی بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں کھجور کی ایک بھری تھال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے مسئلہ پوچھا ہے وہ کہاں ہے؟'' وہ حاضر ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ کھجوریں لے جاؤ اور صدقہ کر دو''، وہ کہنے لگا: یا رسول اللہ! مجھ سے زیادہ محتاج کون ہے؟ خدا کی قسم پوری بستی میں کوئی بھی میرے گھر والوں سے زیادہ فقیر اور محتاج نہ ہو گا۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا ہنسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے گھر والوں کو ہی کھلا دو''۔ (بخاری)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے حضرت زبیر، حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہم اور مجھ سے فرمایا کہ تم روضہ خاخ نامی جگہ پر جاؤ۔ وہاں ایک بڑھیا ہے جس کے پاس ایک خط ہے۔ وہ خط اس سے لے لو''۔

چنانچہ ہم نے اپنے گھوڑے دوڑائے اور جب ہم روضہ خاخ پر پہنچے تو وہاں واقعی ایک بوڑھی خاتون موجود تھی۔ ہم نے اس سے کہا کہ تمہارے پاس جو خط ہے وہ ہمارے حوالے کر دو! تو وہ کہنے لگی کہ میرے پاس تو کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا کہ یا تو وہ خط ہمارے حوالے کر دو، ورنہ ہم کپڑے اتار کر تمہاری تلاشی لیں گے۔ یہ سن کر وہ بڑھیا ڈر گئی اور اپنے بالوں سے وہ خط نکال کر ہمارے حوالے کر دیا۔ ہم وہ خط لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے (جب آپ ﷺ نے اسے کھولا) تو وہ خط حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکینِ مکہ کے نام لکھا گیا تھا اور اس میں نبی کریم ﷺ کے جنگی راز فاش کیے گئے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "حاطب یہ کیا ہے؟" حاطب کہنے لگے یا رسول اللہ! آپ میرے بارے میں جلدی فیصلہ نہ فرمائیں۔ اصل بات یہ ہے کہ میں مکہ میں رہتا ہوں لیکن قریشی نہیں ہوں۔ اور آپ ﷺ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں مکہ مکرمہ میں ان کے رشتہ دار ہیں جو ان کے گھر اور مال کی حفاظت کرتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ میری چونکہ ان کے ساتھ کوئی رشتہ داری نہیں ہے چنانچہ میں ان پر کوئی ایسا احسان کر دوں جس کی وجہ سے وہ مکہ میں میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں۔ میں نے یہ کام مرتد یا کافر ہو کر نہیں کیا اور نہ ہی میں اسلام لانے کے بعد کفر پر راضی ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے

فرمایا: ''تم نے بالکل سچ کہا''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اڑا دیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ بدر میں شریک تھے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تبارک وتعالی نے اہل بدر کے بارے میں کیا فرمایا (یہ فرمایا کہ) تم جو چاہے کرو میں تمہیں معاف کر چکا ہوں۔ (بخاری)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خادموں کی غلطی کو معاف کرنے کا جمال

حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ! میرا ایک خادم ہے جو میری بات نہیں مانتا۔ کیا میرے لیے اس کو مارنے کی اجازت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "تم ایک روز میں اس کی ستر خطائیں معاف کیا کرو"۔ (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ میں اپنے خادم کی کتنی خطائیں معاف کیا کروں؟ پہلے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے۔ جب اس نے دوبارہ یہی سوال دہرایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "اپنے خادم کو ہر روز ستر مرتبہ معاف کیا کرو"۔ (ترمذی)

حضرت زاذان ابوعمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے ایک غلام آزاد کیا اور زمین سے ایک لکڑی یا کچھ اور اٹھا کر فرمایا: اس میں اتنا سا بھی اجر نہیں ہے لیکن میں نے

آنحضرت ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا: جو شخص اپنے غلام کو تھپڑ مارے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کردے۔ (مسلم)

حضرت حصین حضرت ہلال بن یساف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ایک شخص نے اپنے غلام کو تھپڑ مارا تو حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کو آزاد کرنا تمہارے لیے ضروری ہو گیا ہے۔ ہم بنی مقرن کے سات آدمی تھے۔ ہمارا ایک ہی خادم تھا۔ ہمارے ایک چھوٹے نے اسے تھپڑ مارا تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کو آزاد کردیں۔ (مسلم)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں اپنے ایک غلام کو مار رہا تھا کہ مجھے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنائی دی کہ ابو مسعود! خوب اچھی طرح جان لو تمہیں اس غلام پر جتنی قدرت حاصل ہے اللہ تعالیٰ تم پر اس سے زیادہ قادر ہیں۔ میں اس آواز کی طرف پلٹا تو میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ ہیں!۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اس غلام کو اللہ کی رضا کیلئے آزاد کرتا ہوں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم ایسا نہ کرتے تو تمہیں آگ جلا دیتی۔ (یعنی تمہیں دوزخ میں ڈال دیا جاتا) (مسلم)

میں نے حلف اٹھایا کہ آئندہ کبھی کسی غلام کو نہیں ماروں گا۔

(مسند احمد)

چنانچہ اس کے بعد میں نے اپنے کسی غلام کو نہیں مارا۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تمہارا کوئی خادم تمہارے لئے کھانا بنا کر لائے جس کیوجہ اسے اس کھانے

(پکانے) کی گرمی اور دھواں پہنچا ہوتا ہے توتم کو چاہئے کہ اسے بھی اپنے ساتھ بٹھالو اور کھانا کھلالو۔ اگر کھانا تھوڑا ہو تو اس کے ہاتھ میں ایک دو لقمے تو دے ہی دو"۔ (مسلم)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس حدیثِ پاک میں غایت درجہ کے اخلاق سکھائے گئے ہیں، اور کھانے پینے کے معاملہ میں برابری کی تلقین کی گئی ہے خاص کر پکانے اور تیار کرنے والوں کے حق میں کیونکہ ان کو اس کا دھواں اور خوشبو پہنچ چکی ہوتی ہے اور کھانے کا دل بھی چاہ جاتا ہے، اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور استحباب کے ہمیں اس کی تعلیم دی ہے۔ (شرح نووی علی مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دعوت قبول کرنے کا جمال

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میری والدہ اُم سُلیم رضی اللہ عنہا نے میرے ہاتھ ایک تھال میں کھجوریں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھجوائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دولت کدہ پر تشریف فرما نہیں تھے۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریب ہی ایک جگہ گئے ہیں۔ میں وہاں پہنچا تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک آزاد کردہ غلام خیاط کا گھر تھا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانے پر مدعو کیا ہوا تھا۔ انہوں نے کدو اور گوشت کا سالن بنایا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کدو کو بہت شوق سے کھا رہے ہیں تو میں کدو کے قتلے نکال نکال کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھنے لگا، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانے سے فارغ ہو کر اپنے دولت کدہ پر

پہنچے تو میں نے کھجوروں کی ٹوکری آپ ﷺ کے سامنے رکھ دی۔ آپ ﷺ اس میں سے کھجوریں خود بھی کھاتے رہے اور تقسیم بھی کرتے رہے، یہاں تک کہ وہ ٹوکری بالکل خالی ہوگئی۔ اور اس میں ایک کھجور بھی نہ بچی"۔

(ابن حبان)

آپ ﷺ کا ماں کو بچوں سے اور بھائیوں کو آپس میں علیحدہ کرنے سے منع کرنا

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا:

"جو شخص بچے اور اس کی والدہ کے درمیان تفریق کرے گا تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے چاہنے والوں کے درمیان جدائی کردیں گے"۔

(ترمذی)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ بچے اور اس کے والدین اور بہن بھائی اگر ایک ساتھ قید میں آجائیں تو انہیں اکٹھا نہ رکھیں"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ نے مجھے دو غلام فروخت کرنے کیلئے دیے اور وہ دونوں بھائی تھے۔ میں نے انہیں الگ الگ لوگوں کے ہاتھ فروخت کردیا۔

میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ بات بتائی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان دونوں کو ڈھونڈ کر واپس لاؤ اور ایک ہی جگہ فروخت کرو"۔ (مسند احمد، ابن ماجہ)

ایک دوسری روایت میں آپ سے منقول ہے آپ نے مجھے دو غلام تحفے میں دیے۔ میں نے ان میں سے ایک غلام فروخت کر دیا، بعد میں نبی کریم ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ اے علی! تم نے اس غلام کا کیا کیا؟ میں نے عرض کر دیا کہ میں اسے فروخت کر چکا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے واپس لے آؤ، اسے واپس لے آؤ"۔ (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "مرض وفات میں نبی کریم ﷺ غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی بہت زیادہ تاکید فرماتے رہے، یہاں تک کہ عین نزع کی حالت میں بھی"۔ (مسند احمد)

آپ ﷺ کی دنیا سے بے رغبتی کا جمال

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"میرے رب نے مجھے یہ اختیار دیا کہ اگر میں چاہوں تو اللہ تعالی میرے لیے مکہ کے پہاڑوں کو سونے کا بنا دیں۔ لیکن میں نے اللہ سے عرض کیا: "اللہ میں ایک دن سیر ہو کر کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں۔ میں جس دن بھوکا رہوں، اس دن تضرع اور عاجزی سے آپ کو یاد کروں۔ اور جس روز سیر ہو کر کھانا کھاؤں اس روز

آپ کی حمد کروں اور آپ کا شکر بجا لاؤں (میں اسے اختیار کرتا ہوں)''۔ (ترمذی)

انہیں سے ایک لمبی روایت ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میرے دوستوں میں سب سے قابل رشک وہ مومن ہے جو قلیل المال اور زیادہ نماز پڑھنے والا، اپنے رب کی اچھے طریقے سے عبادت کرنے والا اور تنہائی میں بھی اللہ کی عبادت کرنے والا ہو۔ لوگوں میں چھپا رہے، اس کی طرف انگلیاں نہ اٹھتی ہوں۔ اس کا رزق تھوڑا ہو اور وہ اس پر صبر کرے''۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ جھاڑے اور فرمایا: "اس کی موت جلدی آجائے اس پر رونے والے کم ہوں اور اس کی میراث کم ہو''۔

(ترمذی)

وضاحت: حدیث شریف میں یہ جو فرمایا کہ اس کی موت جلدی آجائے کا معنی یہ ہے کہ اس کی موت سکرات کی تکلیف کے ساتھ نہ ہو بلکہ عافیت کے ساتھ اس کی روح پرواز کر جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقار کا جمال

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اچانک (پہلی مرتبہ) دیکھتا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہیبت و وقار اور شان و عظمت کی وجہ سے مرعوب ہو جاتا لیکن

جو شخص آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھا رہتا اور آپ ﷺ کے حسن اخلاق کا مشاہدہ کرتا رہتا، وہ آپ ﷺ سے بے پناہ محبت کرنے لگتا۔ (ترمذی)

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ جو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بیٹھنے لگتا وہ آپ ﷺ کے ساتھ والدین، اولاد اور اپنی ذات سے بھی زیادہ محبت کرتا کیونکہ وہ آپ ﷺ کے حسن اخلاق سے شدید متاثر ہو جاتا تھا۔

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ہم نبی کریم ﷺ کی مبارک مجلس میں اس طرح باادب ہو کر بیٹھتے تھے کہ جیسے ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں، (اور اگر ہم نے ذرا بھی حرکت کی تو وہ اڑ جائیں گے) ہم میں سے کوئی شخص بات نہیں کرتا تھا۔ باہر سے لوگ آتے اور سوالات کرتے کہ یا رسول اللہ! ہمیں فلاں بات بتلائیے۔ آپ ﷺ فرماتے کہ "لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم سے حرج (مشقت) کو اٹھا لیا ہے لیکن اس شخص کے لیے حرج اور ہلاکت ہے کہ جو اپنے بھائی سے قرض لے (اور واپس نہ کرے)"۔

لوگوں نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! اگر ہم بیمار ہو جائیں تو علاج معالجہ کریں یا نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "علاج معالجہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک بیماری کے سوا سب بیماریوں کی دوا نازل کی ہے"۔

انہوں نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! وہ کون سی بیماری ہے جس کی دوا نازل نہیں کی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا "بڑھاپا"۔

لوگوں نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جس کا اخلاق سب سے عمدہ ہو''۔

(الطبرانی فی الکبیر)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میرے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ محبوب اور معظم ہستی کوئی نہیں تھی۔ اور نہ ہی میں نے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کی وجہ سے آنکھ بھر کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ اگر مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شباہت اور خدوخال کے متعلق سوال کیا جائے تو میں نہیں بتا سکتا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت اور رفعتِ شان کی وجہ سے میں کبھی نظر بھر کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ ہی نہیں سکا۔

(مسلم)





پانچواں باب:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس وغیرہ کا جمال

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس کا جمال

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ کُرتے کا لباس پسند تھا۔

(ابو داود، ترمذی)

وضاحت: قمیص کا ترجمہ کُرتے کے ساتھ بھی کیا جا سکتا ہے۔

فائدہ:

علمائے کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کُرتے کو پسند فرمانے کی وجوہات تحریر فرمائی ہیں۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس سے بدن اچھی طرح ڈھک جاتا ہے۔

بعض حضرات قمیص پسند کرنے کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ یہ کم قیمت اور ہلکی ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روئی کی بنی ہوئی قمیص استعمال فرماتے تھے۔

(طبقات ابن سعد)

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آستین پہنچوں تک ہوتی تھی"۔

(ابو داود، ترمذی)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمامہ مبارک کا جمال

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب فتح مکہ کے موقع پر شہر میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا''۔ (مسلم)

''جس کے دونوں شملے کندھوں کے درمیان کمر پر تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر احرام کے تھے''۔ (مسلم)

فتح مکہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عمامہ کے دونوں شملے کمر پر ڈالے ہوئے تھے۔

فائدہ:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمامہ مبارک کا نام ''سحاب'' تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے نیچے ٹوپی بھی پہنا کرتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اس کے شملہ کو اپنے کندھوں کے درمیان کمر پر چھوڑ دیا کرتے تھے۔'' (ترمذی)

فائدہ:

شملہ چھوڑنے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول مختلف رہا ہے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر شملہ چھوڑے ہی عمامہ باندھ لیتے تھے۔ کبھی آگے دائیں جانب اور کبھی پیچھے دونوں مونڈھوں کے درمیان شملہ چھوڑتے۔ اور کبھی عمامہ کے دونوں کنارے شملہ کے طور پر چھوڑ دیتے۔ یعنی دو شملہ چھوڑتے''۔

(ہدایۃ المحتذی شرح شمائل الترمذی)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مبارک کا جمال

حضرت عیسیٰ بن طہمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں دو جوتے نکال کر دکھائے جن پر بال نہیں تھے (بلکہ صاف چمڑے کے تھے) بعد میں حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بتایا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مبارک تھے''۔ (بخاری)

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مبارک کیسے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہر جوتے میں دو تسمے تھے''۔ (مسند احمد، ابوداود)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی مبارک کا جمال

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیصر روم کی طرف خط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط ہرگز نہیں پڑھے گا جب تک کہ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر مبارک نہ ہو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس میں {محمد رسول اللہ} نقش تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ ''میں آج بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس میں اس انگوٹھی کی سفیدی دیکھ رہا ہوں''۔ (بخاری)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کا جمال

اللہ ربُّ العزت کا ارشاد گرامی ہے:

مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن

رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمًا ﴿٤٠﴾ (سورہ احزاب، آیت ۴۰)

محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے بھی باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبین ہیں اور اللہ سب چیزوں کو جاننے والا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بڑی عمدہ، خوبصورت اور حسین عمارت تعمیر کرے لیکن کسی جگہ پر ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دے، لوگ جوق در جوق اسے دیکھنے آئیں، بڑا پسند کریں لیکن ساتھ ہی کہیں کہ یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی؟ (یعنی یہ اینٹ نہ ہونے کی وجہ سے اس کا سارا حسن ماند پڑ رہا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیّین ہوں''۔ (متفق علیہ)

الحمد للہ طیب العنبر کا ترجمہ مکمل ہوا۔ اللہ تبارک وتعالی اصل کتاب کی طرح اس ترجمہ کو بھی شرف قبولیت عطا فرمائے۔ (آمین)

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه محمد وعلی آله
وصحبه اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين

احقر العباد

سید عبد العظیم ترمذی کان اللہ لہ

معہد الترمذی، ایچی سن ہاؤسنگ سوسائٹی رائیونڈ روڈ لاہور

سلام

سلام اے شمع روشن چشم عبداللہ کی بینائی
زمانہ تجھ پہ قرباں ہے فرشتے تیرے شیدائی
ترانہ جھوم کے حوروں نے تیری حمد کا گایا
تری سیرت ہے لاثانی ہے تیری شان یکتائی
تری آمد سے رونق آ گئی گلزار ہستی میں
عنادل چہچہا اُٹھے، بہار آئی ، بہار آئی
تھما ابر تشدد اور مہر ضوفشاں نکلا
درخشاں ہو گیا عالم، اذ انوں کی صدا آئی
ہوئے نخوت کے جھنڈے سرنگوں غیرت بھی شرمائی
ہوئے باطل ترے دم سے خیالات من و مائی
ہوئے بیدار غافل اور پھاڑا کفر کا دامن
بتوں کو توڑ ڈالا، شادمانی ہر طرف چھائی
ترے در سے کوئی سائل تہی دامن نہیں لوٹا
ترے رحمت کے آنچل کی ہے لامحدود پہنائی
سلام اُس پر جو انور کی امیدوں کا سہارا ہے
سلام اس پر دلِ مسلم کے غم کا جو مداوا ہے

دسمبر ۱۹۴۹ء

صلی اللہ علیہ وسلم

جامع الفتاوی (مدلل)



جلد رابع

ستر سے زائد کتب فتاوی وکتب فقہ ومسائل سے
عطر کشید ایک جامع علمی، فقہی، تحقیقی انسائیکلوپیڈیا
قرآنِ کریم واحادیثِ شریفہ ﷺ
وآثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں



کتاب الطہارۃ
ابواب الطہارۃ
تیمم، جبیرہ وعصابہ، زمین کی طہارت، برتنوں کی طہارت

جمع وترتیب وبیانِ دلائل
مولانا مفتی عبدالرحمن کوثر مدنی حفظہ اللہ
ابن
عالمِ ربانی حضرت مولانا مفتی
محمد عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
دار التصنیف والتحقیق والافتاء
معہد الترمذی، ایچی سن سوسائٹی، رائیونڈ روڈ، لاہور